www.KitaboSunnat.com

(۲) کتاب السنن (سعید بن منصور خراسانی) ص ۳۶۹ ج ۳ باب جامع الشهادة طبع مجلس علمی

(۳) طبقات ابن سعد ص ۱۸۸، ۱۸۹ ج ۳ آخر ترجمہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما (طبع لیڈن)

(۴) کتاب المعرفہ والتاریخ (بسوی) ص ۳۱۴ ج ۳ طبع بیروت

(۵) حلیۃ الاولیاء (ابونعیم اصفہانی) ص ۱۴۳ ج ۴ تحت عمرو بن شرجبیل ابومیسرہ رحمہ اللہ

(۶) السنن الکبریٰ (بیہقی) ص ۱۷۴ ج ۸ تحت قتال اہل البغی، طبع حیدر آباد، دکن

(۷) تاریخ بلدہ دمشق (ابن عساکر) (مخطوطہ) ص ۳۷۹ ج ۵ تحت حوشب بن سیف

(۸) العبر (ذہبی) ص ۴۰ ج ۱ تحت سنہ ۳۷ھ

(۹) مرأۃ الجنان (یافعی) ص ۱۰۳-۱۰۴ ج ۱ تحت سنہ ۳۷ھ

(۱۰) الاصابہ (ابن حجر عسقلانی) ص ۳۸۲ ج ۱ تحت الحوشب ذوظلیم

(۱۱) الناہیہ عن طعن معاویہ رضی اللہ عنہ (مولانا عبدالعزیز) ص ۷ طبع ملتان

تنبیہ

مذکورہ بالا قریباً دس عدد علمائے کرام کے حوالہ جات پیش کیے گئے ہیں ان حضرات میں سے بعض نے ان اسناد کے صحیح ہونے کی تصریح فرما دی ہے۔ مثلاً حافظ ذہبی، بسوی، یافعی اور ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ نے اس روایت کی صحت کی تصریح کی ہے نیز ان حضرات نے واقعہ ہذا کے نقل کرنے کے بعد اس کی تردید نہیں کی۔ پس یہ چیز اس کے قابل قبول ہونے کے لیے کافی ہے۔

(۲) بشارت ثانیہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا خواب

صالح خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اپنے دور کے اکابر تابعین میں مشہور ثقہ اور معتمد شخصیت ہیں۔ ان کا ایک خواب محدث ابوبکر بن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی اور دیکھتا ہوں کہ ابوبکر صدیق اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما جناب کی خدمت اقدس میں حاضر ہیں میں نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا اور ایک طرف بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے۔ پھر ان دونوں کو ایک مکان میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا گیا۔ میں اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔ پھر جلد ہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس مکان سے برآمد ہوئے اور کہنے لگے "رب کعبہ کی قسم! اس معاملہ کا میرے حق میں فیصلہ کیا گیا ہے۔" پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس مکان سے باہر آئے اور یوں کہہ رہے تھے کہ "رب کعبہ کی قسم! میرے لیے مغفرت فرما دی گئی۔"

ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ میں ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ کے حوالہ سے یہ تمام واقعہ نقل کیا ہے اصل عبارت اہل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم کے اطمینان کے لیے تحریر کی جاتی ہے:

"((عن عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام وابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما جالسان عندہ فسلمت علیہ وجلست۔ فبینما انا جالس اذا اتی بعلی و معاویۃ رضی اللہ عنہما فادخلا بیتا واجیف الباب وانا انظر فما کان باسرع من ان خرج علی رضی اللہ عنہ وھو یقول قضی لی و رب الکعبۃ۔ ثم ما کان باسرع ان خرج معاویۃ رضی اللہ عنہ وھو یقول غفرلی ورب الکعبۃ))[1]

مندرجہ بالا رؤیائے صالحہ کو امام غزالی رحمہ اللہ نے بھی اپنی مشہور تصنیف "کیمیائے سعادت" میں یہ عبارت ذیل نقل کیا ہے۔ اہل علم کی تسلی کے لیے عبارت بعینہٖ درج کی جاتی ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں کہ:

"عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ میگوید کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را بخواب دیدم با ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) نشستہ چون با ایشان نشستم ناگاہ علی ومعاویہ (رضی اللہ عنہما) را بیاوردند ودر خانہ فرستادند و در بہ بستند۔ در وقت علی (رضی اللہ عنہ) را دیدم کہ بیروں آمد وگفت قضی لی ورب الکعبہ یعنی حق مرا نہاند پس بزودی معاویہ (رضی اللہ عنہ) بیروں آمد وگفت غفرلی ورب الکعبہ مرا نیز عفو کردند و بیامرزیدند۔"[2]

"اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا۔ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں بھی آپ کی خدمت اقدس میں بیٹھ گیا تو ناگہاں حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو لایا گیا اور ایک مکان میں داخل کر کے اس کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم! میرے حق میں فیصلہ ہوا ہے اور پھر جلد ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور آ کر کہا کہ رب کعبہ کی قسم! مجھے معاف کر دیا گیا اور بخش دیا گیا ہے۔"

ان بشارات کی روشنی میں مسئلہ واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی نے صفین والے حضرات کے ساتھ عفو اور معافی کا معاملہ فرما دیا ہے اور ان کی باہمی آویزشوں سے درگزر فرما کر مغفرت فرما دی ہے۔ فلہٰذا ہم لوگوں کو بھی ان کے حق میں حسن ظن رکھنا لازم ہے اور ان کے متعلق بدگمانی اور سوءظنی سے پرہیز کرنا ضروری ہے (جیسا کہ قبل ازیں بھی ذکر کیا گیا ہے)۔

---

1. کتاب الروح (ابن قیم) ص ۳۱ تحت مسئلہ ثالثہ طبع حیدر آباد دکن۔
البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۱۳۰ ج ۸ تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ (ماوردفی مناقبہ وفضائلہ) طبع مصر
2. کیمیائے سعادت فارسی ص ۴۸۴ مطبع محمدی ممبئی تحت پیدا کردن احوال مردگان کہ مکشوف شدہ است بطریق خواب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ

بحث ہذا کے آخر میں رفع شبہ کے طور پر چند کلمات درج کیے جاتے ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خواب محض وہم اور گمان ہوتا ہے اس بنا پر اس پر کچھ اعتماد نہیں اور نہ اس سے کوئی صحیح تاثر لیا جا سکتا ہے۔

اس سلسلے میں چند امور تحریر کیے جاتے ہیں:

دراصل خواب کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض ''رؤیائے صالحہ'' اور صحیح ہوتے ہیں اور بعض محض وہم اور پریشان خیالی ہوتی ہے جس کو ''اضغاث احلام'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

صحیح خواب (رؤیائے صالحہ) کے متعلق قرآن مجید میں متعدد واقعات موجود ہیں مثلاً:

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے متعلق اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی...... الخ

(۲) حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ (سورۃ یوسف)

(۳) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب مبارک جس کا ذکر لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ...... الخ (سورۃ فتح) میں فرمایا گیا ہے۔

اسی طرح دیگر بھی کئی رؤیا کے واقعات صحیحہ پائے جاتے ہیں۔

حدیث شریف میں بھی صحیح رؤیا کے متعلق متعدد روایات پائی جاتی ہیں۔ مثلاً

(۱) جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد نبوت باقی نہیں ہے الا المبشرات۔ لوگوں نے عرض کیا کہ مبشرات کیا ہیں؟ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الرویا الصالحة یراها الرجل الصالح او تری له))[1]

''یعنی مبشرات کی تشریح فرماتے ہوئے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نیک خواب ہیں جو نیک انسان خود دیکھتا ہے یا اس کے حق میں کوئی دوسرا شخص دیکھتا ہے۔''

(۲) نیز آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد نبوت میں سے کچھ باقی نہیں مگر رؤیائے صالحہ ہے۔

((لیس یبقی بعدی من النبوة الا الرؤیا الصالحة))[2]

---

[1] موطا امام مالک ص ۳۸۷ باب ماجاء فی الرؤیا طبع مجتبائی دہلی

مسند دارمی ص ۲۷۲ کتاب الرؤیا باب فی قوله تعالیٰ لهم البشری...... الخ

[2] موطا امام مالک ص ۳۷۸ تحت باب ماجاء فی الرویاء طبع دہلی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان احادیث کی روشنی میں متعدد واقعات رویائے صالحہ کے متعلق پائے جاتے ہیں مثلاً:

① حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا خواب موطا امام مالک میں مذکور ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ تین چاند میرے حجرہ میں آ کر گرے ہیں۔ پس میں نے اس خواب کو اپنے والد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیان کیا۔ پھر جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوا اور میرے حجرے میں ہی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم دفن ہوئے تو اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ:

((هذا احد اقمارك وهو خيرها))[1]

"یعنی یہ ان تین چاندوں میں سے ایک ہیں اور یہ ان سب سے بہتر ہیں۔"

② دوسرا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خواب ہے جو آپ نے جمعہ کے روز خطبہ میں ذکر فرمایا:

((ايها الناس انى رايت ديكا احمر نقرنى نقرتين ولا ارى ذالك الا حضور اجلى))[2]

"یعنی اے لوگو! میں نے ایک سرخ مرغ دیکھا ہے کہ اس نے دو چونچیں مجھ پر لگائیں، اور اس سے میں نے اپنے انتقال کو قریب سمجھا ہے۔"

اس نوع کے بہت سے رؤیائے صحیحہ دستیاب ہو سکتے ہیں لیکن تائید مسئلہ کے لیے مندرجہ بالا اشیاء کافی ہیں۔

مذکورہ امور کی روشنی میں یہ ہر دو خواب جو اہل صفین کے حق میں ہم نے ذکر کیے ہیں ان کو "حجت اقناعی" کے درجہ میں قبول کیا جاتا ہے اور ان کو محض وہم اور خیال قرار دے کر رد نہیں کیا جا سکتا۔ پس ان کی وہی حیثیت ہے جو ایک صحیح خواب کی ہوتی ہے اور ایک ایماندار شخص کے لیے قابل اطمینان ہے اور صالح طبائع کے لیے سکون قلبی کی خاطر مفید ہے۔

فلہٰذا اہل صفین کے حق میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ مالک کریم نے ان کی مغفرت کا سامان فرما کر ان کو نجات دے دی ہے۔ وما ذالك على الله بعزيز۔

چند واقعات

جنگ صفین کے بعد واقعہ تحکیم میں جب ناکامی ہوئی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل شام سے اپنے لیے خلافت کی بیعت لے لی، اور بیعت ہذا ذی القعدہ ۳۷ھ میں منعقد ہوئی۔ اس سے قبل آپ اپنے سابقہ منصب امیر شام ہونے کی حیثیت سے کام کر رہے تھے اور خلافت کے مدعی نہیں تھے۔

---

[1] موطا امام مالک ص ۸۰ تحت باب ما جاء فی دفن المیت۔ طبع دہلی

[2] مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۷۔۳۷ ج ۱۱ بحث ما عبرہ عمر رضی اللہ عنہ (طبع کراچی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((ثم لما کان من امر الحکمین ما کان واختلف اھل العراق علیٰ علی رضی اللہ عنہ و بایع اھل الشام معاویۃ رضی اللہ عنہ بالخلافۃ)) [1]

''یعنی حکمین کا معاملہ (تحکیم کے مسئلہ میں) جو ہوا سو ہوا، اور اہل عراق بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر آپس میں مختلف ہو گئے تو اہل شام نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت خلافت کر لی۔''

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پوزیشن عراق میں اب پہلی سی نہ رہی تھی اور حکمین کی اس رائے نے کہ اب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ رہیں نہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ گورنر رہیں نئے حالات پر اثر ڈالا۔

اسی مسئلہ کو حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہ عبارت ذیل ذکر کیا ہے:

((وقد کانوا استفحل امرھم حین انصرف علی رضی اللہ عنہ من صفین وحین کان من امر التحکیم ما کان و حین نکل اھل العراق عن قتال اھل الشام وقد کان اھل الشام حین انقضت الحکومۃ بدومۃ الجندل سلموا علی معاویۃ رضی اللہ عنہ بالخلافۃ وقوی امرھم جدا)) [2]

''یعنی جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ صفین سے واپس ہوئے اور تحکیم کا معاملہ جو ہوا سو ہوا تو اس معاملہ کی اہمیت بڑھ گئی اور جب اہل عراق اہل شام کے قتال سے رجوع کرنے لگے اور حکومت کا نظام دومۃ الجندل پر جاتا رہا تو اہل شام نے خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی اور ان کا معاملہ بہت قوی ہو گیا۔''

مطلب یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا گیا اور آپ اہل شام کے لیے خلیفہ اور امیر متعین ہو گئے۔

تحکیم میں ناکامی کے واقعہ سے لے کر جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح (۴۰ھ) تک کے درمیانی دور میں فریقین کے عمال اور فوجی قائدین کے درمیان جو تصادم و تعارض کے مختلف واقعات پیش آئے ان کی حیثیت مقامی اور وقتی طور پر عبوری دور کی جھڑپوں سے زیادہ نہیں خود حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین اس دور میں کوئی معرکہ قائم نہیں ہوا۔

اب اس دور کے چند ایک واقعات ذکر کیے جاتے ہیں جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے کچھ قابل ذکر ہیں، تمام تفصیلات پیش کرنا یہاں مقصود نہیں۔

---

[1] تاریخ ابن خلدون ص ۱۱۲۵ ج ۲ تحت ولایۃ عمرو بن العاص مصر
تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۷۴ ج ۱ تحت وقعۃ الصفین ۳۷ھ

[2] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۳۱۳ ج ۷ تحت سنہ ۳۸ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مقام پر مصر کے بارے میں اپنے عمال و ولاۃ اور اہل الرائے سے مشورہ کیا کہ وہاں جانا چاہیے یا نہ؟ سب نے اس کا ہاں میں جواب دیا۔

((فعند ذالك جمع معاوية رضي الله عنه امراءه عمرو بن العاص، شرحبيل بن السمط وعبدالرحمن ابن خالد بن الوليد والضحاك بن قيس و بسر بن ابى ارطاة واباالاعور السلمى، وحمزة بن سنان الهمدانى وغيرهم رضي الله عنهم، فاستشارهم فى المسيرة الى ديار مصر فاستجابوا له))[1]

''یعنی اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے امراء حضرت عمرو بن عاص، شرحبیل بن سمط، عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید، ضحاک بن قیس، بسر بن ابی ارطاۃ، ابو الاعور سلمی اور حمزہ بن سنان ہمدانی وغیرہم رضی اللہ عنہم سے دیارِ مصر کی طرف پیش قدمی کے لیے مشورہ طلب کیا تو انھوں نے اس اقدام کی تائید کی۔''

چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مشورہ کے مطابق حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ (جنھوں نے عہد فاروقی میں مصر کو فتح کیا تھا) کو مصر کی طرف روانہ کیا اور اس موقع پر انھیں چند نصائح اور ہدایات فرمائیں جن سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خشیت الٰہی، مومنانہ نرمی اور ان کی صلح و اتفاق کی پالیسی کا پتہ چلتا ہے۔

((واوماه بتقوى الله والرفق والمهل والتودة وان يقتل من قاتل ويعفو عن من ادبر وان يدعوا الناس الى الصلح والجماعة))[2]

''یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اللہ سے خوف کرنے، نرمی اور حوصلہ مندی کی ہدایت فرمائی، مقابلہ کرنے والوں کے خلاف قتال کرنے اور پشت دے کر جانے والے کو معاف کرنے کا مشورہ دیا اور فرمایا کہ آپ لوگوں کو صلح اور جماعت کے ساتھ رہنے کی دعوت دیں۔''

دوسری جانب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قیس بن سعد رضی اللہ عنہما والی مصر کو معزول کر کے ان کی جگہ محمد بن ابی بکر کو حاکم مصر بنا کر بھیجنے کا فیصلہ کیا۔

محمد بن ابی بکر ناتجربہ کار و نوخیز جوان تھے جب آپ مصر پہنچے تو اہل مصر نے آپ کو خفت کی نگاہ سے دیکھا نیز محمد بن ابی بکر بعض امور میں جلد باز ثابت ہوئے اور اہل مصر پر اقتدار قائم کرنے میں ناکام رہے خصوصاً خربتا کے علاقہ میں جو لوگ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے طرفدار تھے اور ان کی مظلومانہ شہادت سے خاصے متاثر تھے ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکار کر دیا۔

---

[1] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۳۱۳ ج ۷ تحت سنہ ۳۸ھ

[2] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۳۱۳ ج ۷ تحت سنہ ۳۸ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان حالات کی اطلاع جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ملی تو جناب نے اشتر نخعی کو محمد بن ابی بکر کی معاونت کے لیے روانہ فرمایا۔ اشتر نخعی ابھی مصر نہیں پہنچے تھے کہ راستے میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اور جب آنجناب کو اشتر کے انتقال کی خبر پہنچی تو آپ بہت مغموم اور متاسف ہوئے۔

ادھر جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنی جماعت کے ساتھ مصر پہنچے تو خربتا کے لوگ بھی آپ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ان حضرات کا محمد بن ابی بکر سے معارضہ ہوا اور محمد بن ابی بکر مقابلہ کی تاب نہ لا سکے۔ ان کا اثر وہاں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں بہت کم تھا آخر کار محمد بن ابی بکر معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مقتول ہوئے اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصر کے تمام انتظامات کو سنبھال لیا۔ یاد رہے کہ محمد بن ابی بکر اور اشتر نخعی دونوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف شورش برپا کرنے میں حصہ لیا تھا اور حملہ آوروں میں بھی شامل تھے۔ گو محمد بن ابی بکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شرم دلانے سے پیچھے ہٹ گئے تھے۔

تنبیہ

محمد بن ابی بکر کے قتل کے واقعہ کو دردناک اور المناک بنانے کے لیے رواۃ نے ایک بڑی داستان ذکر کی ہے جو بے اصل ہے۔ ہم نے اس کی وضاحت "محمد بن ابی بکر کے قتل کے طعن" کے تحت جوابات مطاعن میں پیش کر دی ہے۔ ناظرین کرام وہاں ملاحظہ فرما سکیں گے۔

② حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بصرہ کے علاقہ پر والی تھے۔ ایک موقع پر آپ زیاد بن ابیہ کو بصرہ پر اپنا نائب مقرر کر کے کوفہ تشریف لے گئے۔ اس دوران میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبداللہ بن عمرو حضرمی اہل بصرہ کی طرف ایک مکتوب لے کر بنی تمیم کے ہاں پہنچے۔ اس مکتوب میں ان لوگوں کا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ عہد کا بیان تھا اور انھیں اس عہد کو ایفا کرنے کی دعوت دی گئی تھی چنانچہ بنی تمیم عبداللہ بن عمرو حضرمی کی حمایت میں ہو گئے اور انھیں اپنے ہاں پناہ دی۔

((وفی هذا الحین بعث معاوية بن ابی سفيان رضی اللہ عنہ كتابا مع عبدالله بن عمرو الحضرمی الی اهل البصرة يدعوهم الی الاقرار بما حكم له عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فلما قدمها نزل علی بنی تميم فاجاروه))[1]

اس واقعہ کی خبر جب زیاد بن ابیہ کو بصرہ میں پہنچی تو اس نے قبیلہ بنی تمیم کے حالات کو درست کرنے کے لیے اعین بن ضبیعہ کی نگرانی میں ایک دستہ فوج روانہ کیا مگر قبیلہ بنی تمیم سے معارضہ کے دوران میں امیر دستہ قتل ہو گیا۔

ان واقعات کی اطلاع جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ملی تو آنجناب نے جوابی کارروائی کے لیے جاریہ بن

[1] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۳۱۲ ج ۷ تحت واقعات سنہ ۳۸ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدامہ تمیمی کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ بصرہ روانہ کیا۔ جاریہ بن قدامہ نے عبداللہ بن عمرو حضرمی اور بنی تمیم کو اپنے موقف سے رجوع کرنے کی دعوت دی مگر انھوں نے رجوع نہیں کیا اور اپنے موقف پر قائم رہے۔ اس پر جاریہ بن قدامہ نے ان لوگوں کا محاصرہ کرلیا قتال کی نوبت آئی اور جاریہ نے ان کو شکست دی اور جلا ڈالا۔[1]

جب عبداللہ بن عمرو حضرمی اور اس کے ساتھیوں کے قتل اور پھر ان کو آگ میں جلا ڈالنے کی خبر ارض فارس وغیرہ میں پہنچی تو ان علاقہ جات کے لوگ سخت برہم ہوئے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف ان کے جذبات اور بھڑک اٹھے یہاں تک کہ ان لوگوں نے خراج کی ادائیگی سے انکار کر دیا اور مرکز سے برگشتہ ہو کر سرکشی اختیار کی اور اہل فارس نے علاقہ کے حاکم سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو نکال دیا...... الخ

((وکانوا قد منعوا الخراج والطاعة وسبب ذالك حين قتل ابن الحضرمی واصحابه بالنار حين حرقهم جارية بن قدامة فی تلك الدار كما قدمنا فلما اشتهر هذا الصنيع فی البلاد تشوش قلوب كثير من الناس علی علی رضی اللہ عنہ واختلفوا علی علی رضی اللہ عنہ ووضع اكثر اهل تلك النواحی خراجهم ولا سيما اهل فارس فانهم تمردوا واخرجوا عاملهم سهل بن حنيف...... الخ))[2]

چنانچہ اس واقعہ کی بنا پر ارض فارس کے حالات کو درست کرنے کے لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے زیاد بن ابیہ کو علاقہ فارس کا حاکم مقرر فرما کر روانہ کیا اور انھوں نے اپنی بصیرت اور کدوکاوش سے حالات کو درست کیا۔

(۳) مورخین نے ایک اور واقعہ بھی جو اس دوران میں پیش آیا یہاں ذکر کیا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بسر بن ابی ارطاۃ جب علاقہ یمن میں پہنچے تو وہاں عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے والی یمن تھے۔ ان کا باہمی معارضہ ہوا مگر عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان حالات میں بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہما کا مقابلہ نہ کر سکے اور کوفہ چلے گئے اور وہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حالات بیان کیے تو آنجناب نے بسر بن ابی ارطاۃ کے مقابلہ کے لیے جاریہ بن قدامہ نے ایک جمعیت کے ساتھ یمن کی طرف روانہ فرمایا جب بسر رضی اللہ عنہما کو جاریہ بن قدامہ کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور جاریہ بن قدامہ نے حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے حمایتیوں کو جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے لیے اٹھے ہوئے تھے قتل کر دیا اور جلا ڈالا۔

((ولما بلغ عليا رضی اللہ عنہ خبر بسر وجه جارية بن قدامة فی اليمن...... فسار

---

[1] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۳۱۶ ج ۷ تحت واقعات سنہ ۳۸ھ

[2] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۳۲۰ ج ۷ تحت واقعات سنہ ۳۹ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاریه (بن قدامة) حتی بلغ نجران فحرق بها وقتل ناسا من شیعة عثمان وهرب بسر واصحابه))[1]

تنبیہ

واقعہ ہذا کے تحت عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے دو معصوم فرزندوں کے قتل کے واقعہ (کہ بسر بن ابی ارطاۃ نے یہ ظلم کیا تھا) کو مورخین نے ذکر کیا ہے۔ یہ چیز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کے مظالم کو نمایاں کرنے اور اس داستان کو حسرتناک بنانے کے لیے ہے ورنہ یہ واقعہ بے اصل ہے اس کو دلائل کے ساتھ ہم نے مطاعن کے جوابات میں بیان کیا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

مصالحت ومہادنت یعنی فریقین میں معاہدہ جنگ بندی

۳۸ھ - ۳۹ھ کے درمیانی دور میں باہمی معارضات کے متعدد واقعات مختلف علاقہ جات میں پیش آئے۔ ان کی وجوہ اور اسباب مختلف تھے ان معاملات میں مورخین کے مختلف نوع کے نظریات پائے جاتے ہیں بہرکیف ان کے اسباب وعلل جو کچھ بھی ہوں ان کی تفصیلات ذکر کرنا مطلوب نہیں۔ اتنی بات ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ ان حالات میں ایک قسم کی اضطرابی کیفیت تھی اور ملک میں باہمی انتشار کا دور دورہ تھا۔

اندریں حالات دونوں فریق (سیدنا علی المرتضی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما) کے درمیان حرب وضرب کے سلسلہ کو ختم کرنے کے لیے مراسلت اور مکاتبت ہوئی جس کے نتیجہ میں ۴۰ھ میں بین الفریقین صلح ہو گئی، جسے معاہدہ جنگ بندی سے تعبیر کرنا زیادہ موزوں ہے اور یہ صلح نامہ درج ذیل تفصیلات پر مشتمل تھا:

① عراق کا ملک اور اس کے ملحقات حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے حکم کے تحت ہوں گے۔

② ملک شام اور اس کے ملحقات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تحت ہوں گے۔

③ کوئی ایک فریق دوسرے فریق کے علاقہ پر فوج کشی اور غارت گری نہیں کرے گا۔

④ ہر دو فریق ایک دوسرے کے خلاف قتال سے گریز کریں گے اور کسی ایک فریق کے علاقہ میں دوسرا فریق اپنی فوج نہیں بھیجے گا۔

((وفی هذه السنة (۴۰ھ) جرت بین علی و معاویة رضی اللہ عنہما "المهادنة" بعد مکاتبات یطول ذکرها علی وضع الحرب بینهما وان یکون ملك العراق لعلی ولمعاویة الشام ولا یدخل احدهما علی صاحبه فی عمله بجیش ولا غارة ولا غزوة...... و امسك کل واحد منهما عن قتال الاخر وبعث الجیوش

---

[1] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۳۲۲ ج ۷ تحت حالات سنہ ۴۰ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الی بلادہ واستقر الامر علی ذالک))[1]

اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے مزید لکھا ہے کہ:

((وانہ (ابن عباس رضی اللہ عنہما) کان شاھدا للصلح))[2]

"یعنی اس صلح نامہ کے شاہدین اور گواہوں میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔"

مختصر یہ ہے کہ انجام کار ان کشیدہ حالات کی اصلاح کے لیے فریقین میں باہمی مہادنت اور مصالحت ہوگئی۔ یہ ۴۰ھ میں واقع ہوئی تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین یہ قیام امن کے حالات دشمنان اسلام کو کسی صورت میں گوارا نہ تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ آپس میں لڑتے نہیں اور پھر سے ایک دوسرے کے قریب ہونے لگے تو انھوں نے ان سب اکابر کو قتل کرنے کی سکیم تیار کر لی۔ چنانچہ انھوں نے اسی سال رمضان المبارک ۴۰ھ میں ایک خاص منصوبہ کے تحت حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ وحضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم تینوں حضرات پر حملہ کرایا اور اسلام سے اپنے بغض وعداوت کا پورا ثبوت دیا۔ اس پروگرام میں جو لوگ ان دشمنان اسلام (یہود ومجوس) کے کام آئے وہ خوارج تھے۔

اجتماعی قتل کا اہم منصوبہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ

چنانچہ حرم کعبہ میں تین خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم الحمیری الکندی المرادی، برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو بن بکر تمیمی جمع ہوئے اور انھوں نے قتل کا ایک اہم منصوبہ تیار کیا جسے پورا کرنے کے لیے اپنی جانوں کو فدا کرنے کا عہد کیا۔

خارجیوں کا خیال تھا کہ جب تک یہ تین شخص یعنی علی بن ابی طالب، معاویہ بن ابی سفیان اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم زندہ ہیں امن قائم نہیں ہوسکتا۔ ان لوگوں نے ہمارے بھائیوں (یعنی خوارج) کو قتل کیا ہے، لہٰذا ہم پر ان ہر تین اشخاص کو قتل کر کے اہل بلاد کو راحت پہنچانا لازم ہے۔

---

1. تاریخ ابن جریر طبری ص ۸۱ ج ۶ تحت سنہ ۴۰ھ
البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۳۲۲ ج ۷ تحت سنہ ۴۰ھ
تاریخ الکامل (ابن اثیر جزری) ص ۱۹۳ ج ۳ تحت سنہ ۴۰ھ طبع مصر
کتاب التمہید (ابو الشکور سالمی) ص ۱۶۹ تحت القول الثامن فی قتل الحسین رضی اللہ عنہ طبع لاہور۔
2. البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۳۲۲ ج ۷ تحت سنہ ۴۰ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((فلو شرينا انفسنا فاتينا ائمة الضلال فقتلناهم فارحنا منهم البلاد واخذنا منهم ثار اخواننا فقال ابن ملجم اما انا فاكفيكم على بن ابى طالب وقال البرك وانا اكفيكم معاوية وقال عمرو بن بكر وانا اكفيكم عمروبن العاص فتعاهدوا وتواثقوا ان لا ينكص رجل منهم عن صاحبه حتى يقتله او يموت دونه فاخذوا اسيافهم فسموها واتعدوا لسبع عشرة رمضان ان يبيت كل واحد منهم صاحبه فى بلده الذى هو فيه))[1]

''مطلب یہ ہے کہ ان تینوں نے آپس میں اس طور پر معاہدہ کیا کہ ابن ملجم مرادی نے کہا کہ علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے قتل کا میں ذمہ لیتا ہوں اور برک بن عبداللہ نے کہا کہ معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہ) کو قتل کرنے کا میں عہد کرتا ہوں اور عمرو بن بکر (یا بکیر) نے کہا کہ عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ) کو ہلاک کرنے کے لیے میں کافی ہوں۔ اور سترہ رمضان المبارک ۴۰ھ کی تاریخ طے کی کہ ان کے بلاد میں پہنچ کر صبح کی نماز میں حملہ کیا جائے۔ اس منصوبہ کو تمام کرنے کے لیے انھوں نے آپس میں پختہ عہد کیا کہ ہم ان کو قتل کریں گے یا خود اپنی جان دے دیں گے۔ اور اس عہد کے بعد یہ تینوں خارجی اپنے اپنے عہد کو پورا کرنے کے لیے کوفہ، شام اور مصر کی طرف چل دیے۔''

اس پروگرام کے تحت عبدالرحمٰن بن ملجم کوفہ پہنچا اور مقررہ تاریخ سترہ رمضان المبارک کو صبح کی نماز سے قبل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ یہ ضرب شدید تھی اس سے حضرت جان بر نہ ہو سکے اور تین دن بعد بروز جمعہ ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ کو آپ شہید ہو گئے۔[2]

قبل ازیں شہادت علوی کا یہ واقعہ ''سیرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ'' میں بقدر ضرورت تفصیل سے درج کر دیا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ

برک بن عبداللہ خارجی اپنے طے شدہ منصوبہ کے تحت متعین تاریخ (سترہ رمضان المبارک ۴۰ھ) کو ملک شام دمشق پہنچا۔ صبح کی نماز میں جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو اس نے ایک زہر آلود خنجر کے ساتھ وار کیا اور اس سے آپ کی سرین شدید زخمی ہو گئی۔ حملہ آور پکڑا گیا تو کہنے لگا کہ میں آپ کو ایک

---

۱ البدایہ والنہایہ ص ۳۲۶ ج ۷ تحت صفۃ مقتلہ رضی اللہ عنہ ۴۰ھ
طبقات ابن سعد ص ۲۳ ج ۳ تحت عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی۔
مجمع الزوائد (ہیثمی) ص ۱۳۹، ۱۴۰ ج ۹ باب احوال علی رضی اللہ عنہ

۲ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۸۲ ج ا تحت سنہ ۴۰ھ
البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۳۲۲ ج ۷ تحت صفۃ مقتل علی رضی اللہ عنہ ۴۰ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوشخبری دیتا ہوں مجھے چھوڑ دو۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ وہ کیا ہے؟ تو کہنے لگا کہ میرے ساتھی نے اسی تاریخ کو علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) پر حملہ کیا ہے اور اس کو ختم کر دیا ہوگا۔ بعدہ اس حملہ آور برک بن عبداللہ تمیمی کو شر کے سدباب کی خاطر قتل کر دیا گیا اور علاج معالجہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحت یاب ہو گئے۔

اس واقعہ کے بعد حفاظتی طور پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی نماز کے مقام پر مقصورہ تعمیر کرایا جس میں حفاظتی انتظامات کیے گئے۔

((واما صاحب معاوية وهو البرك فانه حمل عليه وهو خارج الى صلوة الفجر فى هذا اليوم فضربه بالسيف وقيل بخنجر مسموم فجاءت الضربة فى وركه فجرحت اليته ومسك الخارجى فقتل۔ وقد قال لمعاويه رضي الله عنه اتركنى فانى ابشرك ببشارة۔ فقال وما هى؟ فقال ان اخى قد قتل فى هذا اليوم على بن ابى طالب...... فامر به فقتل...... ومن حينئذ عملت المقصورة فى المسجد الجامع وجعل الحرس حولها فى حال السجود))[1]

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ

تیسرے خارجی عمرو بن بکر (بکیر) نے مصر پہنچ کر صبح کی نماز کے وقت امام نماز پر حملہ کر دیا۔ اس روز جناب عمرو بن عاص اتفاقاً بیمار ہو گئے تھے اور انھوں نے نماز پڑھانے کے لیے خارجہ بن حبیب رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا تھا خارجہ رضی اللہ عنہ آپ کے ایک پولیس افسر تھے اور قبیلہ بنی عامر بن لوی سے تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ اس خارجی کے قاتلانہ حملہ سے خارجہ موصوف رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور عمرو بن بکر خارجی کو پکڑ لیا گیا اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ آپ نے فرمایا تو نے میرے قتل کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے خارجہ بن حبیب رضی اللہ عنہ کی موت کا فیصلہ فرمایا۔ اس کے بعد اس قاتل کو فساد کی جڑ کاٹنے کے لیے قتل کر دیا گیا۔

((واما عمرو بن بكر (بكير) فقعد لعمرو بن العاص رضي الله عنه فى تلك الليلة التى ضرب فيها معاوية رضي الله عنه فلم يخرج واشتكى فيها بطنه فامر خارجة بن حبيب و كان صاحب شرطة وكان من بنى عامر بن لؤى فخرج يصلى بالناس فشد عليه وهو يرى انه عمرو بن العاص رضي الله عنه فضربه بالسيف

[1] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۳۲۹ ج ۷ تحت صفۃ مقتل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سنہ ۴۰ھ
مجمع الزوائد (ہیثمی) ص ۱۴۲، ۱۴۴، ج ۹ تحت آخر باب احوال علی رضی اللہ عنہ۔
تاریخ ابن عساکر (مخطوط) ص ۱۶۷ ج ۱۶ تحت ترجمہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقتلہ۔ قال عمرو رضی اللہ عنہ اردتنی واللہ اراد خارجۃ وقدمہ وقتلہ...... الخ))[1]

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اظہار تاسف اور مدح سرائی

گزشتہ سطور میں خوارج کے اجتماعی منصوبہ قتل کی قلیل سی وضاحت ذکر کی گئی ہے۔ اس سے خوارج کی اکابر اہل اسلام کے حق میں کینہ اور بغض و عداوت واضح ہوتی ہے۔

اس پروگرام کے تحت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خوارج کے ہاتھوں شہادت واقع ہوگئی اور حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو قدرت کاملہ نے محفوظ رکھا۔ اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ بے ساختہ رونے لگے اور بار بار ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' کہتے تھے اس وقت آپ اندرون خانہ تشریف فرما تھے آپ کی زوجہ نے یہ کیفیت دیکھ کر عرض کیا کہ آپ اس خبر پر اس قدر رو رہے ہیں اور اظہار افسوس کر رہے ہیں حالانکہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ان کے ساتھ آپ جنگ و جدال کرتے رہے؟ اس کے جواب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ تمھیں معلوم نہیں ہے اور تم نہیں جانتی کہ کس قدر فضیلت فقہ اور علم سے لوگ محروم ہو گئے ہیں (اور یہ چیزیں لوگوں میں سے مفقود اور ختم ہوگئیں)۔

یعنی آنجناب کی شہادت اس دور کے لوگوں کے لیے عظیم خسارہ ہے۔

((عن جریر بن عبدالحمید عن مغیرۃ قال لما جاء قتل علی رضی اللہ عنہ الی معاویۃ رضی اللہ عنہ جعل یبکی ویسترجع۔ فقالت لہ امرأتہ تبکی علیہ وقد کنت تقاتلہ فقال لھا و یحک انک لا تدرین ما فقد الناس من الفضل والفقہ والعلم...... وفی روایۃ انھا قالت لہ بالامس تقاتلنہ والیوم تبکینہ؟))[2]

اسی طرح اس موقع پر ایک دوسری روایت ضرار صدائی رحمہ اللہ سے شیعہ و سنی علماء نے ذکر کی ہے۔ اس میں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حالات سن کر رنج والم کا اظہار کرنا پایا جاتا ہے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ ضرار صدائی رحمہ اللہ (جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خاص حامی تھے) ایک دفعہ حضرت

---

[1] مجمع الزوائد (ہیثمی) ص ۱۴۲-۱۴۴ ج ۹ باب آخر احوال علی رضی اللہ عنہ
البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۳۲۹ ج ۷ تحت مقتل علی رضی اللہ عنہ
کتاب المحبر (ابوجعفر بغدادی) ص ۲۹۴ طبع حیدرآباد دکن۔

[2] تاریخ ابن عساکر (مخطوطہ) ص ۷۱۵ ج ۱۶ تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما
البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۱۳۰ ج ۸ تحت ترجمہ معاویہ رضی اللہ عنہ
البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۱۵ ج ۸ تحت عنوان خلافت حسن بن علی رضی اللہ عنہما

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان ایام میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ضرار! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی توصیف ذکر کیجیے تو ضرار رحمہ اللہ نے پہلے تو عرض کیا اے امیر المومنین آپ مجھے اس چیز سے معاف رکھیں تو بہتر ہوگا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں آپ ان کی توصیف ضرور بیان کریں تو وہ ذکر کرنے لگے:

((فکان واللہ بعید المدی شدید القوی یقول فصلا و یحکم عدلا یتفجر العلم من جوانبه وتنطق الحکمة من نواحیه ویستوحش من الدنیا وزهرتها...... فبکی معاویة وقال رحم اللہ ابا الحسن کان واللہ کذالك۔ فکیف حزنك علیه یا ضرار؟ قال حزن من ذبح ولدها وهو فی جحرها))[1]

''مطلب یہ ہے کہ اللہ کی قسم! علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ معاملہ کی انتہا کو پہنچنے والے تھے اور مضبوط قویٰ رکھتے تھے آپ فیصلہ کن بات کہتے اور انصاف کے ساتھ حکم کرتے تھے ان کے جوانب سے علم کے چشمے پھوٹتے تھے اور ان کے اطراف سے حکمت و دانائی کی باتیں صادر ہوتی تھیں دنیا اور اس کی تازگی سے وحشت پکڑتے تھے...... وغیرہ''

حضرت موصوف کے یہ اوصاف سن کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر گریہ طاری ہو گیا اور کہتے تھے: اللہ کریم ان پر رحم فرمائے اللہ کی قسم! ابو الحسن (رضی اللہ عنہ) ایسے ہی تھے۔ پھر کہنے لگے کہ اے ضرار! تیرا ان پر غم کھانا کس نوعیت کا ہے؟ ضرار رحمہ اللہ نے کہا کہ میرا غمگین ہونا اس عورت کی طرح ہے جس کا بچہ اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے...... الخ

شیعہ علماء کی طرف سے تائید

ضرار صدائی رحمہ اللہ کی روایت کو شیعہ کے بیشتر علماء نے اپنی تصانیف میں اپنے انداز میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

((وکان ضرار من اصحابه (علی المرتضٰی) علیہ السلام فدخل علی معاویة بعد موته فقال صف لی علیا فقال او تعفینی عن ذالك فقال (معاویة) واللہ لتفعلن فتکلم بهذا الفصل فبکی معاویة حتی احضلت لحیته))[2]

---

[1] الاستیعاب مع الاصابہ ص ۴۴-۴۵ ج ۳ تحت تذکرہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

[2] شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ص ۳۷۴، ۳۷۵ ج ۴ ذکر من خبر ضرار بن حمزہ الخ (طبع بیروت)

شرح نہج البلاغہ (ابن میثم بحرانی) ص ۲۷۶ ج ۵

درہ نجفیہ ص ۳۶۰ طبع قدیم ایران

المسماۃ بالروضہ فی فضائل علی مع معانی الاخبار وعلل الشرائع ص ۱۲۰ طبع قدیم۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ضرار صدائی رحمہ اللہ آنجناب کے انتقال کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے سامنے علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کے اوصاف بیان کریں۔ پہلے تو ضرار رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھے اس بات سے معاف رکھیے لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم تجھے ضرور بیان کرنا چاہیے۔ پس انھوں نے توصیف علی رضی اللہ عنہ کا مضمون بیان کیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سن کر رونے لگے حتیٰ کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔''

سنی وشیعہ علماء کے مذکورہ بالا بیانات کی روشنی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے انتقال پر رنج وغم کا اظہار کرنا اس بات کا قرینہ ہے کہ ان حضرات کے درمیان سیاسی اختلاف اب بہت کچھ روبہ اصلاح ہو رہے تھے اور ان میں کوئی ذاتی عناد نہیں تھا، وہ ایک دوسرے کے حق میں فضیلت کے قائل تھے اور ایک دوسرے کے علمی مقام کی عظمت کو تسلیم کرتے تھے۔

یہ چیزیں ان کی مومنانہ صفات کے مناسب ہیں اور صالحین کے طریقہ کار کے یہی شایان شان ہیں۔

انتباہ

① شہادت عثمانی سے لے کر شہادت علی تک کے دوران میں بیشتر واقعات مکرر طور پر ذکر ہوئے ہیں اور سیرت علوی میں ان کا ذکر ہو چکا ہے لیکن یہاں متعدد حوالہ جات اور بعض دیگر امور کا اضافہ کیا گیا، اور واقعات کے تسلسل کا لحاظ رکھنا بھی پیش نظر ہے۔

② نیز یہ چیز بھی مولف کے پیش نظر ہے کہ ناظرین کرام میں جس صاحب کے سامنے سیرت علوی نہیں آسکی اور صرف ''سیرت معاویہ رضی اللہ عنہ'' دیکھنے کا اسے اتفاق ہوا تو وہ بھی ان معلومات مفیدہ سے مستفید ہو سکے محروم نہ رہ جائے۔ ان چیزوں کے پیش نظر ان مضامین کا تکرار مجبوراً ہوا ہے اور یہی معذرت ہم نے قبل ازیں ''مزار عثمان'' کے عنوان کے بعد ذکر کر دی تھی یہاں اس کی یاد دہانی کرائی ہے۔ والعذر عند کرام الناس مقبول۔

بیعت خلافت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کے بعد انتقال سے قبل بعض لوگوں نے آں موصوف سے عرض کیا کہ جناب کے بعد کیا ہم آپ کے فرزند حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں؟ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کو حسن سے بیعت کا نہ حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے منع کرتا ہوں۔

چنانچہ اہل عراق نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جلد ہی سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی کچھ قلیل عرصہ حالات حسب معمول پرسکون رہے۔ چند ماہ بعد سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعض امراء اور اہل جیش نے آپ کو اہل شام کے ساتھ قتال پر آمادہ کیا۔ اگرچہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ ذاتی طور پر قتال بین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المسلمین کو پسند نہیں فرماتے تھے مگر حالات کے تقاضوں کے تحت مجبوراً ملک شام کے خلاف اقدام کرنے کے لیے مدائن کے عسکری مستقر میں تشریف لے گئے۔

اس موقع پر بقول بعض مورخین حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے اہل عراق کے سر برآوردہ لوگوں کو مدائن کے ایک قصر (محل) میں جمع کیا اور ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں نے ہمارے ساتھ اس شرط پر بیعت کی ہے کہ جس سے میں صلح کروں گا تمھاری بھی اس سے صلح ہوگی اور میں جس سے محاربت اور قتال کروں گا تم بھی اس سے قتال کرو گے۔ حالات کے پیش نظر میں نے امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ پر بیعت کا ارادہ کرلیا ہے پس تمھیں بھی ان کی اطاعت قبول کرنی ہوگی۔

((جمع الحسن رضی اللہ عنہ روس اهل العراق فی هذا القصر۔ قصر المدائن۔ فقال: انکم قد بایعتمونی علی ان تسالموا من سالمت وتحاربوا من حاربت، وانی قد بایعت معاویة فاسمعوا له واطیعوه))[1]

جب آپ کے ارادہ کی خبر آپ کی جماعت کے دیگر افراد اور اہل جیش کو ہوئی تو ان میں کئی قسم کے انتشار اور افتراق رونما ہوئے اور اہل عراق کی طرف سے اطاعت امیر سے روگردانی کے آثار پیدا ہو گئے چنانچہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ ان حالات کو دیکھ کر اپنی جماعت سے ہی دل برداشتہ اور رنجیدہ خاطر ہو گئے۔

اس موقع پر مورخین نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت کے انتشار و اختلاف کو بڑی رنگ آمیزی سے ذکر کیا ہے اس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں تاہم مورخین کے بیانات سے اتنی چیز ثابت ہوتی ہے کہ آپ کی جماعت کے بعض برگشتہ افراد نے آپ کے لیے ایذا رسانی کی اور برا سلوک اختیار کیا جس کی بنا پر آپ بہت ملول ہوئے اور اپنے سیاسی مقابلین کے ساتھ صلح کرنے کا ارادہ کرلیا۔

حضرت موصوف کی جماعت کی بدسلوکی کا صرف ایک حوالہ پیش خدمت ہے:

((عن عمار الدهنی قال نزل الحسن بن علی المدائن وکان قیس بن سعد علی مقدمته ونزل الانبار فطعنوا حسنا رضی اللہ عنہ وانتهبوا سرادقه))[2]

''یعنی عمار دہنی کہتے ہیں کہ (حسب پروگرام) علاقہ مدائن میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے آپ کے جیش کے مقدمہ پر قیس بن سعد رضی اللہ عنہما حاکم تھے پھر اس کے بعد انبار کے مقام پر پہنچے تو

---

[1] کتاب المعرفہ والتاریخ (یعقوب بسوی) ص ۳۱۷-۳۱۸ ج ۳ تحت العصر الاموی خلافت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما
الاصابہ (ابن حجر) ص ۳۳۰ ج ۱ تحت تذکرہ امام حسن رضی اللہ عنہ (مع الاستیعاب)

[2] کتاب المعرفہ والتاریخ (بسوی) ص ۷۵۵-۷۵۶ ج ۲ تحت ما جاء فی الکوفہ......الخ۔
تاریخ بغداد ص ۱۷۸ ج ۱ تحت قیس بن سعد بن عبادۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہاں ان کے اپنے لشکریوں نے آنجناب کو نیزوں سے زخمی کر ڈالا اور آپ کے خانگی اموال لوٹ لیے۔''

شیعہ کی طرف سے تائید

چنانچہ شیعہ علماء نے اپنی معتبر کتابوں میں اس مقام پر اس مضمون کو بایں نوع ذکر کیا ہے کہ:

((عن یزید بن وهب الجهنی قال لما طعن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما بالمدائن اتیته وهو متوجع فقلت ما تری یا ابن رسول الله فان الناس متحیرون فقال اری والله معاویة خیر لی من هؤلاء یزعمون انهم لی شیعة ابتغوا قتلی وانتهبوا ثقلی واخذوا مالی...... الخ))[1]

''مطلب یہ ہے کہ یزید بن وہب جہنی کہتا ہے کہ جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو مدائن میں نیزہ سے زخمی کیا گیا تو میں آپ کی خدمت میں پہنچا آپ درد کی تکلیف میں مبتلا تھے۔ میں نے عرض کیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند! لوگ اس معاملہ میں (مجوزہ صلح میں) متحیر اور حیران ہیں، جناب کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ امام نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں خیال کرتا ہوں کہ ان لوگوں سے تو معاویہ (رضی اللہ عنہ) میرے لیے بہتر ہیں۔ جو لوگ میرے شیعہ ہونے کے دعویدار ہیں انھوں نے میرے قتل کا ارادہ کیا، میرے مال اموال کو لوٹ لیا...... الخ''

اور اس طرح اسی مضمون کو ملا باقر مجلسی نے اپنی مشہور تصنیف ''بحار الانوار'' میں لکھا ہے کہ:

((لما طعن الحسن بن علی بالمدائن اتیته وهو متوجع فقلت ما تری یا ابن رسول الله فان الناس متحیرون فقال ما اری والله معاویة خیر لی من هؤلاء یزعمون انهم لی شیعة ابتغوا قتلی و نتهبوا ثقلیٰ واخذوا مالی والله لان آخذ من معاویة عهدا احقن به دمی وامن به فی اهلی خیر من ان یقتلونی فتضیع اهل بیتی واهلی))[2]

ملا باقر مجلسی نے یہ بات طبری کی مذکورہ بالا روایت کے مطابق یہاں بیان کی ہے اور مزید برآں کہتے ہیں کہ:

امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے ایسا عہد لے لوں جس میں میری جان کی

---

[1] الاحتجاج (شیخ ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی) ص ۱۴۸ تحت احتجاج حسن بن علی علیٰ معاویہ فی امامۃ من یستحقھا، طبع قدیم ایران۔

[2] بحار الانوار از ملا باقر مجلسی ص ۱۱۰ ج ۱۰ تحت علت مصالحت مذکورہ طبع قدیم ایران۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حفاظت ہو اور میرے اہل کی امان ہو، وہ میرے لیے اس چیز سے بہتر ہے کہ میرے شیعہ مجھے قتل کر ڈالیں اور میرے اہل بیت کو تباہ و برباد کر دیں۔

مندرجہ بالا روایات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنے پر آمادہ تھے اور اس چیز کو بہتر خیال کرتے تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شیعوں سے بہتر قرار دیتے تھے۔

حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح

واقعہ ہذا اسلام میں اپنے پس منظر میں ایک بڑی تاریخی اہمیت کا حامل ہے اور مورخین نے یہاں بہت کچھ رطب و یابس چیزیں فراہم کی ہوئی ہیں۔ لیکن مناسب یہ ہے کہ اس واقعہ کو محدثین کی روایات کی روشنی میں پیش کیا جائے تا کہ اصل حقیقت حال کے زیادہ قریب ہو۔ بعد ازاں تاریخی روایات درج کر دی جائیں۔

چنانچہ بخاری شریف کتاب الصلح میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت امام حسن اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے پہاڑوں کے مانند لشکر اور جیوش باہم متقابل ہوئے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ لشکر اور عساکر ایک دوسرے کو قتل کیے بغیر پسپا ہونے والے نہ تھے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ کی قسم ''خیر الرجلین'' تھے یعنی عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے بہتر تھے۔ انھوں نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر ایک فریق دوسرے کو قتل کر ڈالے اور دوسرا فریق پہلے فریق کو قتل کر دے تو لوگوں کے معاملات کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ ان عورتوں اور بال بچوں اور کمزور لوگوں کی نگہداشت کون کرے گا؟ یعنی اس صورت میں یہ لوگ ضائع اور برباد ہو جائیں گے۔

تو ان حالات کے پیش نظر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بنی عبد الشمس کے دو افراد عبد الرحمٰن بن سمرہ اور عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہما کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کیا اور فرمایا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر صلح نامہ پیش کیجیے اور انھیں صلح پر آمادہ کیجیے۔

یہ دونوں حضرات حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور اس مسئلہ پر گفتگو کر کے صلح کی دعوت دی۔ اس پر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو فرمایا کہ ہم بنو عبد المطلب ہیں (اپنے اہل و عیال، اقربا اور خدام پر بخشش، توسع اور کرم کرنا ہماری جبلت میں داخل ہے) اور اس مال سے ہم ان سب کو حقوق ادا کرتے ہیں اور اب اس امت میں بہت انتشار اور فساد واقع ہو گیا ہے۔

اس پر ان دونوں بزرگوں نے کہا کہ آپ کی ضروریات اور تقاضے پورے کیے جائیں گے اور مطالبات تسلیم کیے جائیں گے۔ جناب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان وعدوں کے ایفا کا ذمہ دار کون ہو گا؟ ان دونوں نے کہا ہم ذمہ دار ہیں۔ اس کے بعد مسئلہ خلافت میں حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔

حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ صلح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کا مصداق ہے جو ابوبکرہ (نفیع بن حارث ثقفی) رضی اللہ عنہ سے میں نے سنی۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں منبر پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ کے پہلو میں منبر پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ (عالم طفولیت میں) بیٹھے تھے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے دوران میں کبھی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی ہم لوگوں کی طرف التفات فرماتے۔ اس خطبہ میں جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یہ میرا بیٹا سردار ہے امید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔''

اس موقع پر آپ نے ہر جماعت کو فئہ عظیمہ فرمایا، کسی ایک کو نہیں گرایا۔

((فصالحه قال الحسن (البصری) ولقد سمعت ابا بکره یقول رایت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر والحسن بن علی رضی اللہ عنہما الی جنبه وهو یقبل علی الناس مرة وعلیه اخری ویقول اِنَّ ابنی هذا سید ولعل الله ان یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین))[1]

فائدہ

اس مقام پر یہ چیز قابل التفات ہے کہ نبوت کی عظیم پیش گوئی جس طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اقدام ہذا کی صورت میں تمام ہوئی جو ان کے حق میں اعلیٰ فضیلت پر مشتمل ہے، اسی طرح اس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نہایت خوش بختی ظاہر ہوئی کہ وہ اس بشارت عظیمہ کے پورے ہونے کا ذریعہ بنے اور اس کی تکمیل کا انھیں شرف نصیب ہوا اور اہل اسلام کے دو متحارب گروہوں کی مصالحت کا باعث ہوئے۔

واقعہ ہذا گزشتہ سطور میں محدثین کی روایات کی روشنی میں مذکور ہوا اور ایک حوالہ شیعہ کا بھی بطور تائید کے حاشیہ میں ذکر کر دیا ہے۔ اب اس واقعہ کو مورخین کی تاریخی روایات کی بنا پر ذکر کیا جاتا ہے تاکہ واقعہ کی مزید تفصیلات بھی سامنے آ سکیں۔

چنانچہ ابن کثیر رحمہ اللہ ذکر کرتے ہیں کہ:

((ولما رای الحسن بن علی رضی اللہ عنہما تفرق جیشه علیه مقتهم وکتب عند ذالك الی معاویة بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما و کان قد رکب فی اهل الشام فنزل مسکن

---

[1] بخاری شریف ص ۳۷۳ ج ۱ کتاب الصلح باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للحسن بن علیؓ ابنی ہذا...... الخ
الفتح الربانی (ترتیب مسند احمد) ص ۱۶۵ ج ۲۳ تحت ابواب خلافۃ الحسن، الباب الاول فی خلافتہ
بحار الانوار از ملا باقر مجلسی شیعی ص ۸۷ ج ۱۰ تحت معالی امورہما...... الخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یراوضه علی الصلح بینهما۔ فبعث الیه معاویة رضی اللہ عنہ عبدالله بن عامر و عبدالرحمن بن سمرة۔ فقدما علیه الکوفة فبذلا له ما اراد من الاموال فاشترط ان یاخذ من بیت مال الکوفة خمسة الاف الف درهم، وان یکون خراج دار ابجرد له وان لا یسب علی رضی اللہ عنہ وهو یسمع، فاذا فعل ذالك فنزل عن الامرة لمعاویه و یحقن الدماء بین المسلمین۔ فاصطلحوا علی ذالك واجتمعت الکلمة علی معاویة رضی اللہ عنہ))[1]

((وهو (عبدالرحمن بن سمرة رضی اللہ عنہ) کان احد السفیرین بین معاویة والحسن رضی اللہ عنہما))[2]

''مطلب یہ ہے کہ مورخین کہتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے جیش میں افتراق اور انتشار دیکھا تو انھیں سخت ناراضی ہوئی اور کبیدہ خاطر ہوئے۔ (اس روایت کی بنا پر) اس پر آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا۔ ادھر اہل شام آمادہ تھے پس اپنے مسکن پر ٹھہرے اور جانبین کے درمیان صلح کی کوشش کی گئی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر اور عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہما کو اس مقصد کے لیے بھیجا۔ وہ دونوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انھوں نے حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے تقاضوں کو پورا کرنے کا ذمہ لیا۔ پس حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے شرط لگائی کہ کوفہ کے بیت المال سے وہ پچاس لاکھ درہم حاصل کریں گے اور دار ابجرد کا خراج بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لیے ہوگا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف ان کی موجودگی میں ہتک آمیز کلام نہیں کیا جائے گا۔

ان شرائط پر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ امر خلافت سے دست بردار ہوئے اور خلافت کا معاملہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ اس صلح میں مسلمانوں کا خوں ریزی سے بچاؤ کرنا اور مسلمانوں کو کلمہ واحد پر جمع کرنا مقصود نظر تھا چنانچہ اس طور پر ان دونوں حضرات کے درمیان مصالحت ہوئی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر امر خلافت مجتمع ہو گیا۔

تنبیہ

علمائے کرام نے اس موقع پر تحریر کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے بہت سی شرائط پر مصالحت کی تھی اور جن امور کی انجام دہی کی ذمہ داری قبول کی ان کو ایفا کیا اور پورا کر دیا۔ چنانچہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں کہ:

---

1. البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۱۴-۱۶ ج ۸ تحت خلافت حسن بن علی رضی اللہ عنہما
2. البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۴۷ ج ۸ تحت سنہ ۵۰ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((انه اشترط عليه شروطا كثيره فالتزمها ووفى له بها))[1]

شرائط صلح شیعہ کے بیانات کی روشنی میں

① شیعوں کے قدیم ترین مورخ دینوری نے سیدنا حسن اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح کے اس واقعہ کو تفصیل سے ذکر کیا ہے اور صلح کی شرائط کو مندرجہ ذیل عبارت میں تحریر کیا ہے:

((ولما رای الحسن من اصحابه الفشل ارسل الى عبدالله بن عامر بشرائط اشترطها على معاوية على ان يسلم له الخلافة وكانت الشرائط الا ياخذ احدا من اهل العراق باحنة وان يومن الاسود والاحمر، ويحتمل ما يكون من هفواتهم، ويجعل له خراج الاهواز مسلما فى كل عام ويحمل الى اخيه الحسين بن على فى كل عام الفى الف ويفضل بنى هاشم فى العطاء والصلات على بنى عبدالشمس))[2]

"یعنی قدیم شیعی مورخ دینوری تحریر کرتے ہیں کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو بزدلی کا شکار پایا تو عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی طرف صلح کے لیے چند شرائط ارسال کیں کہ ان پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد کر دیں گے۔ وہ شرائط یہ تھیں:

(۱) اہل عراق پر دشمنی اور کینہ کی بنا پر گرفت نہیں کی جائے گی۔

(۲) ہر اسود و احمر کو امان دی جائے گی (یعنی عام رعایا کو امان ہوگی)۔

(۳) لوگوں کی یاوہ گوئی کو برداشت کیا جائے گا۔

(۴) علاقہ ''اہواز'' کا مکمل خراج ہر سال حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا جائے گا۔

(۵) ان کے برادر حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو بیس لاکھ درہم سالانہ (وظیفہ) دیا جائے گا۔

(۶) عطایا اور صلہ جات میں بنی ہاشم کو بنی عبدالشمس پر فضیلت دی جائے گی اور ان کا حق فائق رکھا جائے گا۔"

اس مقام پر دینوری شیعی نے مزید لکھا ہے کہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی یہ شرائط حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کر دیں اس طرح صلح ہذا مکمل ہوگئی اور جانبین اس پر راضی ہو گئے۔

② مذکورہ واقعہ کو جو باہمی مصالحت کے دوران میں پیش آیا دیگر قدیم شیعہ مورخ یعقوبی نے بھی اپنے

---

[1] الصواعق المحرقہ (ابن حجر مکی) ص ۲۱۷ تحت بیان اعتقادات اہل السنۃ والجماعۃ طبع ثانی مصر

[2] اخبار الطوال (دینوری شیعی) ص ۲۱۸ تحت مبایعہ معاویہ بالخلافہ طبع مصر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انداز کے مطابق مفصل تحریر کیا ہے چنانچہ یعقوبی لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف چند حضرات کو صلح کی غرض سے روانہ کیا۔ وہ حضرت مغیرہ بن شعبہ، عبداللہ بن عامر بن کریز اور عبدالرحمٰن بن ام الحکم رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس وقت مدائن کے جنگی حالات میں اقامت پذیر تھے ان لوگوں نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر صلح کے متعلق گفتگو کی۔ اس کے بعد جب یہ حضرات سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی مجلس سے باہر آئے تو لوگوں کو سنا کر کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کے ذریعے سے مسلمانوں کو خون ریزی سے بچا لیا اور وہ فتنے کے فرو ہونے کا باعث ہوئے اور انھوں نے صلح منظور کر لی۔

جب یہ چیز سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے جیوش میں پہنچی تو وہاں ایک قسم کا اضطراب پیدا ہو گیا اور انھوں نے ان لوگوں کی صداقت میں کچھ شک نہ کیا اور جوش میں آ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کا جنگی سامان لوٹ لیا۔ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور اندھیرے میں چل دیے مگر جراح بن سنان اسدی نے چھپ کر نیزہ مارا اور آنجناب کی ران کو زخمی کر دیا اور آپ کو نہایت بے آبرو کیا۔

اس کے بعد یعقوبی مزید ذکر کرتے ہیں کہ:

((وحمل الحسن الى المدائن وقد نزف نزفا شديدا واشتدت به العلة فافترق عنه الناس وقدم معاويه العراق فغلب على الامر والحسن عليل شديد العلة فلما راى الحسن ان لا قوة به وان اصحابه قد افترقوا عنه فلم يقوموا له۔ صالح معاوية، وصعد المنبر فحمد الله واثنى عليه وقال: ايها الناس! ان الله هداكم باولنا وحقن دماكم بأخرنا وقد سالمت معاوية...... الخ))[1]

"(بقول شیعی مورخ) مطلب یہ ہے کہ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو زخمی حالت میں مدائن کی طرف لے جایا گیا۔ آپ خون آلود تھے۔ آپ کی بیماری شدت اختیار کر گئی، لوگ آپ سے علیحدگی اختیار کرنے لگے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عراق میں جا پہنچے اور خلافت پر ان کا غلبہ ہونے لگا۔ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ شدید علیل تھے۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے میں قوت نہ دیکھی اور ان کے ساتھی ان سے جدا ہو گئے اور تعاون سے کنارہ کش ہو گئے تو آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔

(جب کچھ حالت بہتر ہوئی) تو منبر پر تشریف لائے اور حمد و ثنا کی اور فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے اول کے ساتھ تمھیں ہدایت بخشی اور ہمارے آخر کے ساتھ تمھارے خون کی حفاظت کی

[1] تاریخ یعقوبی شیعی ص ۲۱۵ ج ۲ تحت خلافۃ الحسن بن علی طبع بیروت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(تمھیں خوں ریزی سے بچالیا) میں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی ہے یعنی امر خلافت ان کے سپرد کر دیا ہے۔''

یہ شیعہ مورخین کے بیانات ہیں جو انھوں نے اپنے نظریات کے مطابق درج کیے ہیں۔

③ نیز شیعہ کے مشاہیر علماء نے صلح ہذا کی شرائط میں مزید یہ چیز بھی ذکر کی ہے کہ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کرنے میں دیگر شرائط کے علاوہ یہ شرط بھی لگائی تھی کہ

''کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور سیرت خلفائے راشدین صالحین پر عمل درآمد کرنا ہوگا۔''

شیعہ کے فاضل اربلی لکھتے ہیں کہ:

((بسم الله الرحمن الرحيم هذا ما صالح عليه الحسن بن على بن ابى طالب معاوية بن ابى سفيان صالحه على ان يسلم اليه ولاية امر المسلمين على ان يعمل فيهم بكتاب الله تعالىٰ و سنة رسوله ﷺ وسيرة الخلفاء الراشدين الصالحين...... الخ))[1]

قبل ازیں یہ چیز شیعہ کی تصریحات کے مطابق درج کی جا چکی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے صلح کی تمام شرائط کو منظور کر لیا تھا اور ان کی ایفا کی تھی۔

فائدہ

مندرجہ بالا صلح کی شرط سے یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے نزدیک خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت برحق اور صحیح تھی اور ان کی دینی وثاقت مسلم تھی اور ان حضرات کا عہد خلافت قابل تقلید تھا اسی بنا پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کرتے وقت خلفائے راشدین کی سیرت پر عمل درآمد کی شرط لگائی۔

④ یہاں مزید اس چیز کو ذکر کر دینا ناظرین کرام کے لیے فائدہ بخش ہے کہ جس طرح سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ باشرائط صلح و مصالحت کر کے بیعت کر لی تھی اور وہ اس پر رضامند اور مطمئن تھے اور اور کسی طرح بھی پشیمان اور پریشان نہیں تھے، اسی طرح آں موصوف کے برادر گرامی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بیعت ہذا میں شامل تھے اور اس معاہدہ کی تمام کارگزاری میں شریک کار تھے اور اس کو صحیح قرار دیتے تھے۔

لیکن اس دور میں بقول شیعہ مورخین سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بعض لوگوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

---

[1] کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ (علی بن عیسیٰ الاربلی) ص ۱۴۵ ج ۲ تحت عنوان فی کلامہ علیہ السلام و مواعظہ و ما یجری معہا مع ترجمہ فارسی ترجمۃ المناقب طبع تبریز، ایران

بحار الانوار از ملا باقر مجلسی ص ۱۲۳ ج ۱۰ کیفیۃ مصالحۃ الحسن...... الخ طبع قدیم ایران

بحار الانوار از ملا باقر مجلسی ص ۶۵ ج ۴۴ تحت باب کیفیۃ مصالحۃ الحسن بن علی...... الخ طبع جدید ایران

حبیب السیر ص ۶۴ از غیاث الدین المدعو بخواند میر۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو اس صلح و مصالحت کے خلاف برانگیختہ کرنے کی کوشش کی اور ان کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت توڑ کر ان کے خلاف جنگ و پیکار پر آمادہ کرنا چاہا، تو جناب سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما نے ان کی اس پیش کش کے جواب میں ارشاد فرمایا:

((فقال الحسین انا قد بایعنا وعاھدنا ولا سبیل الی نقض بیعتنا))[1]

"یعنی حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے بیعت کر لی ہے اور ان سے ہمارا معاہدہ ہو چکا ہے۔ اب بیعت ہذا کو توڑ ڈالنے کے لیے کوئی راستہ نہیں۔"

اسی مسئلہ کو شیعہ کے مجتہدین نے مزید وضاحت سے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک بار عراق کے شیعان علی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مکتوبات ارسال کیے جن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصالحت اور باہمی معاہدہ کے نقض پر زور دیا اور اس عقد کو ختم کر دینے کا تقاضا کیا۔ شیخ مفید شیعی نے اس سلسلے میں حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے جواب کو بالفاظ ذیل تحریر کیا ہے:

((ان بینه وبین معاویة عهدا وعقدا لا یجوز له نقضه حتی تمضی المدة...... الخ))[2]

"اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے درمیان عہد اور عقد (بیعت) ہو چکا ہے اس کو توڑنا جائز نہیں تاوقتیکہ معاہدہ کی مدت (خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ) ختم ہو جائے۔"

مندرجات گزشتہ سے ثابت ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دونوں برادر حضرات کی بیعت درست تھی اور ان کے نزدیک عقد مصالحت بالکل صحیح تھا اور اس پر دونوں حضرات حسنین شریفین رضی اللہ عنہما مدۃ العمر قائم رہے۔

یہ چیز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحت خلافت کے لیے وزنی شہادت ہے اور ان کی حکومت عادلہ کی خاطر واضح دلیل ہے۔

تنبیہ

بعض لوگوں نے مقام شرائط میں ایک شرط یہ بھی ذکر کی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ شرط عائد کی تھی کہ "جناب معاویہ کے بعد حضرت حسن خلیفہ ہوں گے۔" اس بنا پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دلوا دیا تھا تاکہ وہ امر خلافت پر بعد میں ہمیشہ مسلط رہیں۔

اس شرط کے متعلق درج ذیل چیزیں قابل غور ہیں ان پر توجہ کر لینے سے اس شرط کا سقم واضح ہو جائے گا:

① قدیم مورخین طبری وغیرہ اور خصوصاً شیعہ کے قدیم تر مورخین دینوری، مسعودی اور یعقوبی وغیرہ نے

---

[1] اخبار الطوال (دینوری شیعی) ص ۲۲۰ طبع مصر تحت بحث مبایعہ معاویہ بالخلافہ...... الخ

[2] کتاب الارشاد (شیخ مفید شیعی) ص ۱۸۱-۱۸۲ طبع ایران۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں شرائط صلح ذکر کی ہیں ہماری معلومات کی حد تک ان میں شرط مذکورہ بالا کا ذکر نہیں پایا جاتا۔ حالانکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن قائم کرنے کے لیے یہ عمدہ موقع تھا۔

نیز معلوم ہوتا ہے کہ ان مورخین کے دور تک شرائط میں یہ چیز شامل نہ تھی ایک مدت دراز کے بعد لوگوں نے اس شرط کا اضافہ کرلیا اور زہر خورانی کے طعن کے لیے اس کو زینہ بنایا۔

یہ چیز نقلی طور پر پیش کی گئی ہے۔

(۲) اب عقلی طور پر توجہ کریں کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے استخلاف یزید کا مسئلہ اس دور کے اکابر کے سامنے پیش کیا تو بعض اکابر نے اس چیز سے اختلاف کرتے ہوئے کلام کیا (جیسا کہ تواریخ میں منقول ہے) تو اس موقع پر ان لوگوں نے یہ چیز نہیں ذکر کی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی زندگی میں آپ کی خلافت تھی اب ان کی وفات کے بعد آپ کو خلافت کا حق نہیں اور صلح کی شرائط میں یہ مسئلہ داخل تھا۔

فلہٰذا اس بات کو اختلاف کرنے والے بزرگوں کا پیش نہ کرنا بھی اس بات کا قرینہ ہے کہ صلح کی شرائط میں یہ شرط داخل نہ تھی ورنہ وہ حضرات اس موقع پر اس شرط کو ضرور پیش کرتے۔

مذکورہ بالا سطور میں صلح کے متعلق شیعہ کے متقدمین و متاخرین علماء کی چند توضیحات ذکر کی ہیں۔ اس کے قریب قریب ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے متعلق شیعہ علماء کے بیانات درج کیے ہیں اور بیشتر بطور الزام نقل کیے ہیں۔ اس میں بھی اس بات کی وضاحت آ گئی ہے کہ یہ صلح ''اصلاح امت'' کے لیے تھی اور فتنہ کو ختم کرنے کی خاطر کی گئی۔ عبارت نقل کرنے میں تطویل ہوتی ہے۔

ناظرین کرام تسلی کے لیے درج ذیل مقام کی طرف رجوع کر سکتے ہیں:

تحفہ اثناء عشریہ ص ۱۸۱ باب ہفتم در امامت تحت عقیدۂ ششم، طبع لاہور

صلح و مصالحت کی تاریخ

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی مشہور تصنیف البدایہ والنہایہ میں ذکر کرتے ہیں کہ:

((وقال ابوالحسن علی بن المدینی: کان تسلیم الحسن الامر الی معاویۃ فی الخامس من ربیع الاول سنۃ احدی واربعین وقال غیرہ فی ربیع الاخر و یقال فی غرۃ جمادی الاولی۔ فاللہ اعلم))[1]

اور اسی مسئلہ کو دیگر محدثین و مورخین نے بھی بالوضاحت اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے مثلاً:

خلیفہ ابن خیاط رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں یہ الفاظ ذکر کیے ہیں کہ:

((وفیھا سنۃ الجماعۃ اجتمع الحسن بن علی بن ابی طالب و معاویۃ (بن ابی

---

[1] البدایہ والنہایہ، ص ۱۸ ج ۸، ص ۲۱ ج ۸ تحت سنہ ۴۱ھ فضل معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفیان) رضی اللہ عنہما فاجتمعا بمسکن من ارض السواد ومن ناحیة الانبار فاصطلحا وسلم الحسن بن علی الی معاویة و ذالك فی شهر ربیع الاخر او فی جمادی الاولی سنة احدی واربعین))[1]

''مندرجات بالا کا مطلب یہ ہے کہ عام الجماعت ۴۱ھ میں حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما ''انبار'' کے نزدیک ارض سواد کے مسکن میں جمع ہوئے اور دونوں نے (خلافت کے معاملہ میں) باہم صلح کر لی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امر خلافت سپرد کر دیا اور کنارہ کش ہو گئے یہ واقعہ ربیع الاخریٰ یا جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں پیش آیا۔''

حاشیہ میں مزید چند ایک حوالہ جات اس مسئلہ پر درج کر دیے ہیں تا کہ اہل تحقیق حضرات رجوع کر کے تسلی کر سکیں۔

صلح کے بعد باہمی گفتگو کا ایک منظر

عامر شعبی رحمہ اللہ ذکر کرتے ہیں کہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کی تو میں بھی اس موقع پر حاضر تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس مصالحت کی لوگوں کو اطلاع کیجیے کہ آپ نے امر خلافت کو ترک کر دیا ہے اور اسے ہمارے سپرد کر دیا ہے۔ تو اس موقع پر حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اپنے مقام سے اٹھے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

''دانشمندوں میں سے زیادہ دانشمند وہ شخص ہے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے اور عاجزوں میں سے وہ شخص زیادہ عاجز ہے جو فاجر ہے (پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا) یہ معاملہ جس میں امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے اور ہم نے اختلاف کیا، یا تو میرا حق تھا جسے میں نے امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے لیے ترک کر دیا اور یا یہ امر اس شخص کا حق تھا جو مجھ سے زیادہ حقدار ہے۔ (بہر کیف) میں نے لوگوں کو خوں ریزی سے بچانے کی خاطر یہ صورت (صلح) اختیار کی۔''

((قال الشعبی: فسمعته علی المنبر حمد الله واثنی علیه ثم قال: اما بعد: فان اکیس الکیس التقی، وان اعجز العجز الفجور، وان هذا الامر الذی

[1] تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۸۷ ج اتحت سنہ ۴۱ھ عام الجماعہ
مستدرک حاکم ص ۱۷۴ ج ۳ تحت مصالحۃ الحسن ومعاویہ رضی اللہ عنہما
تاریخ بغداد (خطیب بغدادی) صفحہ ۲۱۰ ج اتحت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما
الاستیعاب (ابن عبدالبر) (مع الاصابہ) ص ۳۷۸ تحت تذکرہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
الاصابہ (ابن حجر) ص ۴۱۳ ج ۳ مع الاستیعاب تحت تذکرہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما
اسد الغابہ (ابن اثیر جزری) ص ۳۸۶-۳۸۷ ج ۴ تحت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلفت فیه انا ومعاویة حق کان لی فترکته لمعاویة۔ او حق کان لامرء احق به منی وانما فعلت هذا لحق دماءکم وان ادری لعله فتنة لکم ومتاع الی حین))[1]

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی بیعت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (شیعہ کتب سے)

گزشتہ اوراق میں یہ چیز دلائل کے ساتھ واضح کر دی گئی ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسئلہ خلافت میں صلح کر لی اور خلافت و امارت کا معاملہ بتمامہا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا اور انھیں ''خلیفۃ المسلمین'' برحق تسلیم کر لیا۔

اب اس مقام پر اسی مسئلہ کی مزید تشریح بایں طور ذکر کی جاتی ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور ان کے برادر گرامی جناب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ دونوں حضرات نے شرعی دستور کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت بھی کر دی تھی۔

چنانچہ یہ چیز اہل سنت والجماعت کی روایات کے اعتبار سے تو مسلم ہے لیکن شیعہ کے نزدیک بھی یہ مسئلہ مسلمات میں سے ہے اور بے شمار شیعہ علماء نے اپنی تصانیف میں بالوضاحت درج کیا ہے۔ ہم یہاں جناب سیدنا جعفر صادق رحمہ اللہ کے فرمان کی روشنی میں بعض حوالہ جات ذیل میں ذکر کرتے ہیں:

① ((قال سمعت ابا عبدالله یقول ان معاویة کتب الی الحسن بن علی صلوت الله علیهما ان اقدم انت والحسین واصحاب علی فخرج معهم قیس بن سعد بن عبادة الانصاری فقدموا الشام فاذن لهم معاویة واعد لهم الخطباء فقال یا حسن! قم فبایع فقام فبایع ثم قال للحسین علیہ السلام قم فبایع فقال فبایع ثم قال یا قیس قم فبایع فالتفت الی الحسین ینظر ما یأمره فقال یا قیس انه امامی یعنی الحسن))[2]

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۴۲ ج۱۱ تحت کتاب الامراء روایت ۱۰۷۴۷ طبع کراچی
حلیۃ الاولیاء (ابونعیم اصفہانی) ص۳۷ ج۲ تحت تذکرہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ
السنن الکبریٰ (بیہقی) ص۱۷۳ ج۸ تحت کتاب قتال اہل البغی۔
سیر اعلام النبلاء (ذہبی) ص۱۸۱ ج۳ تحت تذکرہ امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما
بحار الانوار (ملا باقر مجلسی شیعی) ص۱۱۲ جلد۱۰ طبع قدیم باب کیفیۃ مصالحۃ الحسن بن علی...... الخ۔

[2] رجال کشی طبع قدیم ممبئی ص۱۰۲ طبع تہران تحت قیس بن سعد بن عبادہ
کتاب بحار الانوار از ملا باقر مجلسی ص۱۲۲-۱۲۴ ج۱۰ تحت باب کیفیۃ مصالحۃ الحسن بن علی (طبع قدیم ایران)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مطلب یہ ہے کہ جناب جعفر صادق فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب ارسال کیا کہ آپ اور آپ کے برادر حسین اور حضرت علی المرتضیٰ کے دیگر احباب ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ جب یہ حضرات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں جانے کے لیے روانہ ہوئے تو ان کے ہمراہ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہما بھی روانہ ہوئے۔ یہ حضرات ملک شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انھیں اندر آنے کی اجازت دی وہاں اس مجلس میں کئی خطباء جمع کیے گئے تھے پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اٹھیے اور بیعت کیجیے پس حضرت حسن رضی اللہ عنہ اٹھے اور انھوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ اس کے بعد انھوں نے (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے) حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ بھی اٹھیں اور بیعت کریں پس حضرت حسین رضی اللہ عنہ اٹھے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیس بن سعد رضی اللہ عنہما سے کہا تم بھی اٹھو اور بیعت کرو۔ قیس رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف التفات کیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس مسئلہ میں کیا حکم دیتے ہیں؟ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے قیس! وہ میرے امام ہیں (آپ بھی بیعت کرلیں)۔''

(۲) اور اسی مسئلہ کو شیخ ابوجعفر طوسی شیعی نے اپنی تصنیف ''امالی شیخ طوسی'' مجلس یازدہم ماہ صفر ۴۵۷ھ کے تحت بالفاظ ذیل درج کیا ہے۔

((الا و انی قد بایعت هذا و اشار بیده الی معاویة))[1]

''(یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے) اپنے ہاتھ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: خبردار! میں نے ان سے بیعت کرلی ہے۔''

شیعہ کے مندرجہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ حضرات حسنین شریفین رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب امر خلافت میں صلح کی تھی تو اس وقت ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت بھی کردی تھی۔ یہ چیز شیعہ کی معتبر روایات کی روشنی میں ثابت ہے کوئی مختلف فیہ امر نہیں۔

تنبیہ

شیعہ کے ہاں اس مقام پر مختلف روایات پائی جاتی ہیں مندرجہ بالا رجال کشی والی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں حضرات (حضرت حسن و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما) میں صلح و مصالحت تو پہلے ہوچکی تھی لیکن مزید توثیق و تصدیق کے طور پر ان حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے بیعت خلافت لی گئی اور انھوں نے بیعت کردی تاکہ اس معاملہ میں شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

---

[1] امالی شیخ طوسی ص ۱۷۹-۱۸۰ ج ۲ تحت مجلس یازدہم؛ امالی شیخ طوسی ص ۱۷۳ ج ۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عام الجماعت

حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین صلح کی اہل اسلام کے نزدیک بڑی اہمیت ہے اور اس کے ذریعے سے ایک بہت بڑے انتشار بین المسلمین کا خاتمہ ہوا اور افتراق کا فتنہ فرو ہو گیا۔ ایک مدت سے اعدائے اسلام پر غلبہ پانے اور انھیں فتح کرنے کے اقدامات رکے ہوئے تھے اور اہل اسلام کے مابین افتراق عظیم واقع ہوگیا تھا اور پھر اس دوران میں باہمی جدال وقتال کے مواقع بھی پیش آ چکے تھے لیکن آخر کار اللہ کریم جل مجدہ نے پھر اہل اسلام کو ایک کلمہ پر مجتمع ہونے کی توفیق بخشی اور اس دور کے تمام اہل اسلام فرقت کے بعد ایک مرکز پر متفق ہوگئے اور حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو اپنا متفقہ امیر اور خلیفہ تسلیم کر لیا اور جو حضرات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور سے بیعت خلافت سے اجتناب اور علیحدگی اختیار کیے ہوئے تھے ان حضرات نے بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بالاتفاق خلیفہ تسلیم کر لیا اور ان پر رضامند ہوگئے۔ اس بنا پر اس برس کو "عام الجماعۃ" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ابن عساکر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

((واصلح الحسن بن علی معاویة بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم وسلم له الامر وبایعه الناس جمیعا فسمی عام الجماعة))[1]

اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس چیز کو بہ عبارت ذیل تحریر کیا ہے:

((وسمی هذا العام عام الجماعة لاجتماع الکلمة فیه علی امیر واحد بعد الفرقة))[2]

اور دوسرے مقام پر اس مسئلہ کو اس طرح درج کیا ہے:

((وحصل علی بیعة معاویة عامئذ الاجماع والاتفاق))[3]

اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں مسئلہ ہذا اس طرح ذکر کیا ہے کہ:

((قال ابن بطال سلم الحسن رضی اللہ عنہ لمعاویة رضی اللہ عنہ الامر وبایعه علی اقامة کتاب اللہ وسنة نبیه ودخل معاویة رضی اللہ عنہ الکوفة وبایعه الناس فسمیت سنة الجماعة لاجتماع الناس وانقطاع الحرب وبایع معاویة رضی اللہ عنہ کل من کان معتزلا للقتال کابن عمر و سعد بن ابی وقاص و محمد بن مسلمة رضی اللہ عنہم))[4]

---

1. تاریخ مدینہ دمشق (ابن عساکر) (مخطوط) ص ۷۰۴ ج ۱۶ تحت ترجمہ معاویہ رضی اللہ عنہ
2. البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۲۱ ج ۸ تحت فضل معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما
3. البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۱۹ ج ۸ تحت سنہ ۴۱ھ
4. فتح الباری شرح بخاری ص ۵۳ ج ۱۳ تحت قولہ سار الحسن بن علی الی معاویہ بالکتائب......الخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مطلب یہ ہے کہ امر خلافت کو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کتاب اللہ اور سنت نبوی پر عمل درآمد کرنے کی شرط لگا کر بیعت بھی کر دی۔ اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں داخل ہوئے اور عام لوگوں نے ان سے بیعت خلافت کی۔ لوگوں کے ایک شخصیت پر مجتمع و متفق ہونے اور باہمی قتال کے ختم ہو جانے کی وجہ سے اس سال کا نام عام الجماعہ رکھا گیا۔ اور جو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے دونوں متحارب فریقوں کے باہم حرب و قتال سے کنارہ کش تھے مثلاً عبداللہ بن عمر، سعد بن ابی وقاص اور محمد بن مسلمہ انصاری وغیرہم رضی اللہ عنہم، ان لوگوں نے بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی اور ان پر رضامند ہو گئے اور کلمہ اسلام پر اتفاق و اجتماع ہو گیا۔''

صلح ہذا کے متعلقہ چند فوائد

اکابر علماء نے مصالحت ہذا کے متعلق چند توضیحات ذکر کی ہیں جن میں اس چیز کے مصالح اور فوائد ذکر کیے ہیں اور انھوں نے اس صلح کی دینی اہمیت اور افادیت واضح کی ہے۔

علماء کی طرف سے اس نوع کے متعدد بیانات متعدد کتب میں مذکور ہیں۔ ان میں سے چند ایک ناظرین کرام کی خدمت میں بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں اس مضمون کا استقصاء مقصود نہیں۔

① تراجم کے مشہور عالم ابوالحسن احمد بن عبداللہ عجلی (جو امام بخاری رحمہ اللہ کے ہم عصر ہیں) لکھتے ہیں کہ:

''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد قریباً ستر ہزار افراد امت نے حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی تھی۔ لیکن سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ایک تارک الدنیا اور زاہد شخص تھے۔ انھوں نے خلافت کے بارے میں زہد اختیار کیا اور اسے ترک کر کے یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی اور فرمایا کہ محجمہ (سینگی) کے برابر بھی خون میرے ہاتھوں نہ گرایا جائے۔''

((قال ثم بایع الحسن رضی اللہ عنہ بعد وفاۃ ابیہ سبعون الفا فزھد فی الخلافۃ فلم یردھا وسلمھا لمعاویۃ رضی اللہ عنہ وقال لا یھراق علی یدی محجمۃ من دم))[1]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ جنگ کرنا چاہتے تو جنگ و قتال کے لیے ہزاروں افراد ان کے ہم نوا موجود تھے۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے ذاتی زہد و تقویٰ کی بنا پر خلافت اپنے فریق مقابل کے سپرد کی اور خود اس سے دستبردار ہوئے ان کا یہ عمل حالات کے کسی سیاسی دباؤ کے تحت نہ تھا۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر فرمایا کہ میرے ہاتھوں اہل اسلام کی ادنیٰ سی خوں ریزی بھی مجھے پسند نہیں۔ یہ آپ کی کمال دیانت اور خدا خوفی کی واضح دلیل اور تقویٰ کا اعلیٰ ثبوت ہے۔ درحقیقت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا یہ ایثار اور حوصلہ مندی قابل

1. تاریخ الثقات (ابوالحسن عجلی) ص ۱۱۶ (المتوفی ۲۶۱ھ) تحت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما طبع بیروت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صد ستائش ہے۔

اسی طرح دیگر اکابر مورخین نے یہ چیز ذکر کی ہے کہ جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے اور بقول بعض کوفہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت بعض لوگوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح پر نقد کرتے ہوئے یوں کہا:

السلام علیکم یا مذل المومنین (اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے! تم پر سلام ہو)

تو آنجناب نے جواب میں فرمایا کہ ایسا مت کہو، میں نے تو مومنوں کو ذلیل و رسوا نہیں کیا بلکہ میں نے ملک کی خاطر مومنوں کے قتال اور خوں ریزی کو پسند نہیں کیا (اور صلح کر دی)۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے جواب میں فرمایا: میں نے اپنے والد گرامی سے سن رکھا ہے کہ ایک نہ ایک دن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ملک کے والی ہوں گے میں نے یقین کر لیا کہ یہ امر واقع ہو کر رہے گا۔ پس میں نے اپنے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان قتال اور مسلمانوں کی خوں ریزی کو مکروہ جانا۔

((فلما قدم الحسن بن علی رضی اللہ عنہما علی الکوفة قال له رجل منا یقال له ابوعامر سفیان بن لیلی۔ وقال ابن الفضل سفیان بن اللیل: السلام علیك یا مذل المؤمنین! قال لا تقل ذالك یا ابا عامر لست بمذل المؤمنین ولکنی کرهت ان اقتلهم علی الملك))[1]

اور ابن عساکر رحمہ اللہ ذکر کرتے ہیں کہ:

((حدثنی سفیان بن اللیل قال قلت للحسن بن علی رضی اللہ عنہما لما قدم من الکوفة الی المدینة یا مذل المؤمنین! قال لا تقل ذالك فانی سمعت ابی یقول: لا تذهب الایام واللیالی حتی یملك معاویة فعلمت ان امر الله واقع۔ فکرهت ان تهراق بینی و بینه دماء المسلمین))[2]

شیعہ کی طرف سے تائید

شیعہ کے اکابر مورخین اور مجتہدین نے اس واقعہ کی تائید بہ عبارت ذیل کی ہے۔

ابوحنیفہ دینوری شیعی نے اپنی مشہور تاریخ ''اخبار الطوال'' میں لکھا ہے:

---

1. مصنف ابن ابی شیبہ ص ۹۴۰ ج ۱۰ تحت کتاب الفتن (مخطوطہ)
کتاب المعرفہ والتاریخ (بسوی) ص ۳۱۷ ج ۳ تحت العصر الاموی خلافۃ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما
تاریخ بغداد (خطیب بغدادی) ص ۳۰۵-۳۰۶ ج ۱۰ تحت عبیداللہ بن خلیفہ
2. تاریخ بلدہ دمشق (ابن عساکر) (مخطوطہ) ص ۲۰۷، ج ۱۶ تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((فقلت: السلام علیکم یا مذل المومنین! قال وعلیك السلام، اجلس لست مذل المومنین، ولکنی معزهم۔ ما اردت بمصالحتی معاویة الا ان ادفع عنکم القتل عند ما رأیت من تباطو اصحابی عن الحرب ونکو لهم عن القتال)) [1]

''یعنی سفیان نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہو کر کہا کہ اے مسلمانوں کو ذلت میں ڈالنے اور رسوا کرنے والے! آپ پر سلام ہو۔ تو جواب میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے وعلیک السلام کہا اور فرمایا بیٹھ جائیے! میں اہل اسلام کو ذلیل کرنے والا نہیں ہوں بلکہ مسلمانوں کو عزت دینے والا ہوں۔ جب میں نے اپنے ساتھیوں میں جنگ کرنے میں تاخیر اور قتال سے اعراض دیکھا تو میں نے معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے مصالحت کا ارادہ کر لیا تا کہ تم سے خوں ریزی کو دور رکھوں۔''

مزید برآں مضمون بالا کی نوعیت کی متعدد روایات عند الشیعہ دستیاب ہوتی ہیں جن میں مذکور ہے کہ

① حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی جب اپنی جماعت کے لوگوں نے صلح ہذا پر ملامت کی اور عار دلائی تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا کہ تمھیں کیا معلوم کہ جو کچھ میں نے عمل کیا؟ اللہ کی قسم! جو کچھ میں نے عمل کیا ہے (یعنی صلح اختیار کی ہے) یہ ہمارے شیعوں کے حق میں تمام دنیا سے بہتر ہے۔

((عن ابی سعید عقیصی قال لما صالح الحسن بن علی بن ابی طالب معاویة بن ابی سفیان دخل علیه الناس فلامه بعضهم علی بیعته فقال ویحکم ما تدرون وما عملت والله للذی عملت خیر لشیعتی مما طلعت علیه الشمس او غربت...... الخ)) [2]

اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے اسی فرمان کو ملا باقر مجلسی نے ''جلاء العیون'' میں بہ عبارت ذیل ذکر کیا ہے:

''چوں حضرت امام حسنؑ با معاویہ صلح کرد مردم بخدمت آں حضرت آمدند بعضی ملامت کردند او را بہ بیعت معاویہ حضرت فرمود وای برشما نمیدانید کہ من چہ کار کردہ ام برائے شما بخدا سوگند کہ آنچہ من کردہ ام بہتر است از برائے شیعیان من از آنچہ آفتاب برآن طالع میگردد۔'' [3]

② نیز اسی مسئلہ کو امام محمد باقر رحمہ اللہ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں کہ:

''اللہ کی قسم! جو کچھ معاملہ (صلح) حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے کیا تھا وہ اس امت کے حق میں تمام دنیا و ما فیہا

---

1. اخبار الطوال (دینوری شیعی) ص ۲۲۱ تحت زیاد بن ابیہ، طبع مصر
2. کتاب الاحتجاج (طبرسی) ص ۱۴۸ تحت احتجاج حسن بن علی معاویہ فی امامہ من یستحقھا، طبع قدیم ایران
بحار الانوار از ملا باقر مجلسی ج ۱۰ تحت علت مصالحت مذکورہ طبع قدیم ایران۔
3. جلاء العیون از ملا باقر ص ۲۹۰ تحت در بیان سبب صلح کردن امام حسنؑ با معاویہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بہتر ہے۔''

((عن ابی جعفر علیہ السلام قال واللہ للذی صنعہ الحسن بن علی کان خیرا لھذا الامة مما طلعت علیہ الشمس))[۱]

اور ملا باقر مجلسی نے امام محمد باقر رحمہ اللہ کے اس فرمان کو اس طرح ذکر کیا ہے:

''کلینی بسند معتبر از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام روایت کردہ است کہ صلح کہ حضرت امام حسن علیہ السلام با معاویہ کرد برائے این امت بہتر بود از دنیا و ما فیہا۔''[۲]

مختصر یہ ہے کہ شیعہ کے ائمہ کی معتبر روایات کثیرہ کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا صلح کر لینا تمام دنیا سے بہتر تھا اور امت اسلامیہ کے حق میں بھی یہ صلح خیر تھی اور دینی مصلحت اسی سے وابستہ تھی۔ اگر یہ صورت اختیار نہ کی جاتی تو اہل اسلام میں قتال و جدال کا ایک باب مفتوح ہو جاتا اور قوم خوں ریزی سے دوچار ہو جاتی۔ اس صلح کی بنا پر ایک عظیم فساد سے امت محفوظ ہو گئی۔

(۲) جانبین میں جو صلح ہوئی وہ اس بشارت نبوی کا مصداق ہے جس میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے حق میں ارشاد فرمایا:

((ان ابنی ھذا سید و لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین))[۳]

''یعنی یہ میرا فرزند سردار ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔''

اکابر علمائے کرام نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو مصالحت ہوئی وہ کئی فوائد پر مشتمل اور متعدد مصالح کی حامل تھی مثلاً:

(۱) یہ صلح جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت نبوت کے دلائل و براہین میں سے ہے اور پھر جس طرح آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا واقع میں اسی طرح پایا گیا۔

(۲) اور سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی اس میں عظیم منقبت ہے اس وجہ سے کہ انھوں نے حکومت و امارت کو کسی

---

[۱] الروضہ من الکافی ص ۲۵۲ ج ۲ مع شرح فارسی روایت ۵۰۶ طبع تہران

[۲] جلاء العیون از ملا باقر مجلسی ص ۲۹۲ تحت بیان صلح امام دوم با معاویہ طبع تہران۔

[۳] بخاری شریف ص ۳۷۲، ۳۷۳ ج ۱ کتاب الصلح تحت باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للحسن بن علی: ابنی ھذا سید...... الخ طبع نور محمدی دہلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قلت، ذلت یا علت کی بنا پر نہیں چھوڑا بلکہ عند اللہ مسلمانوں کے خون کی حفاظت کرنے میں آپ نے رغبت فرمائی اپنے منصب خلافت کو ترک کیا اور انھوں نے امر دین کی رعایت کرتے ہوئے امت کی مصلحت کو پیش نظر رکھا۔

③ اس واقعہ صلح میں ان خوارج کا رد ہے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی نیز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی کفر کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شہادت کے اعتبار سے یہ دونوں طائفے مسلمانوں میں سے ہیں چنانچہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ:

((وفی هذه القصة من الفوائد علم من اعلام النبوة ومنقبة للحسن بن علی رضی اللہ عنہما۔ فانه ترك الملك لا لقلة ولا لذلة ولا لعلة بل لرغبته فيما عند الله لما راه من حقن دماء المسلمين فراعى امر الدين ومصلحة الامة وفيها رد على الخوارج الذين كانوا يكفرون عليا رضی اللہ عنہ و من معه ومعاوية رضی اللہ عنہ ومن معه بشهادة النبی صلی اللہ علیہ وسلم للطائفتين بانهم من المسلمين))[1]

اس نوع کے مضمون کو مشہور شارح حدیث ابن العربی مالکی رحمہ اللہ نے اپنی شرح ترمذی میں مذکورہ حدیث شریف کے تحت درج کیا ہے۔[2] بخوف طوالت عبارت ذکر نہیں کی مندرجہ بالا حوالہ کی طرف اہل علم رجوع کر سکتے ہیں۔

تنبیہ

یہ صلح اور مصالحت جہاں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے زہد وتقویٰ اور خیر خواہی امت کا عمدہ نمونہ ہے وہاں ساتھ ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مصلحت بینی اور مسلمانوں کے درمیان خون ریزی سے بچاؤ کرنے کی ایک بہترین پیش کش ہے۔ دراصل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما صلح بین المسلمین کی طرف بدل و جان راغب تھے اسی بنا پر انھوں نے قریش کے دو مشاہیر (عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ) کو حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بڑے اہتمام کے ساتھ بھیجا اور فرمایا کہ:

((فقال (معاوية بن ابی سفيان رضی اللہ عنہما) اذهبا الى هذا الرجل فاعرضا عليه وقولا له وطلبا اليه فاتياه فدخلا عليه فتكلما وقالا له وطلبا اليه...... الخ))[3]

---

[1] فتح الباری شرح بخاری (ابن حجر) ص ۵۶، جلد ۱۳ تحت الحدیث ابنی هذا سید...... الخ

[2] شرح ترمذی (ابن العربی مالکی) ص ۲۲۹، ۲۳۱ جلد ۱۳ تحت الحدیث ابنی هذا سید...... الخ

[3] بخاری شریف ص ۳۷۳ ج ا کتاب الصلح باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للحسن بن علی رضی اللہ عنہما

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی تم دونوں حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) کے پاس جاؤ اور ان پر صلح کا مسئلہ پیش کرو اور ان سے صلح کی بات کرو۔ اس کے بعد وہ دونوں حضرات سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انھوں نے اس معاملہ پر گفتگو کی اور صلح کو طلب کیا...... الخ (پھر مصالحت فریقین میں ہوگئی جیسا کہ اوپر روایت گزر چکی ہے)۔''

(۳) ایک اہم فیصلہ

بعض لوگوں کی طرف سے اہل اسلام میں یہ چیز نشر کی جاتی ہے کہ خلافت و امامت ایک مخصوص منصب ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے مخصوص افراد کے لیے مختص ہے ان حضرات کے ماسوا کسی شخص کو امامت اور خلافت کا یہ حق نہ پہنچے گا اور کسی کا شرعاً اس پر حق نہیں۔ اور وہ لوگ اپنے زعم میں اس پر کئی دلائل قائم کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کا یہ نظریہ درست نہیں۔ اس قول اور نظریہ کے خلاف جہاں دیگر چیزیں پیش کی جاتی ہیں ان میں سیدنا امام حسن اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان مصالحت کا یہ واقعہ ایک ''اہم فیصلہ'' کی حیثیت رکھتا ہے۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امر خلافت سپرد کر دینا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ مذکورہ بالا عقیدہ امامت صحیح نہیں اور امامت و خلافت کا منصب دیگر افراد امت کے لیے بھی درست اور صحیح ہے۔

اگر یہ بات صحیح نہ ہوتی تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہرگز امر خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کرنے پر رضامند نہ ہوتے۔ چنانچہ جس طرح نبوت ایک منصوص منصب ہے اور کوئی نبی کسی غیر نبی کو یہ منصب سپرد نہیں کرتا اسی طرح اگر امامت و خلافت کا منصب بھی کسی دیگر شخص کے سپرد کرنے کے قابل نہیں تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امامت و خلافت کا منصب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیسے کر دیا؟

ایک اشتباہ

اس مقام پر ایک اشتباہ کا ازالہ کر دینا مفید معلوم ہوتا ہے اشتباہ یہ ہے کہ بعض روایات میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیوں میں مذکور ہے کہ ایک صلح ''ہدنہ علیٰ دخن'' ہوگی یعنی اس صلح کی بنیاد دھوکا دہی پر ہوگی اور وہ کدورت پر مبنی ہوگی۔

بعض لوگوں نے مذکورہ روایت کا محمل اور مصداق حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی صلح کو قرار دیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ مصالحت نیک نیتی پر مبنی نہیں تھی اس میں دھوکا دہی مقصد تھا اور دلوں میں کدورت تھی بلکہ یہ ایک قسم کا غدر تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ازالہ

اشتباہ مذکور کے ازالہ کے لیے ذیل میں چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں ان پر توجہ کر لینے سے مذکورہ اشتباہ زائل ہو سکے گا:

① پہلی یہ چیز قابل غور ہے کہ روایت مذکورہ بالا ''ہدنہ علیٰ دخن'' او کما ذکر فی الروایہ میں فریقین میں سے کسی شخص کا نام مذکور نہیں اور نہ کسی مقام اور موقع کا وہاں ذکر کیا گیا ہے اور نہ کسی عہد اور زمانے کی تعیین اس میں پائی جاتی ہے۔ واللہ اعلم! یہ کن لوگوں، کس دور اور کس صلح کی طرف اشارہ ہے؟ ان چیزوں کے تعین سے یہ روایت خاموش ہے۔

اب ایسی مجمل پیش گوئی کا مصداق اور محمل حضرت حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی صلح قرار دینا بغیر دلیل کے ہے اور توجیہ القول بما لا یرضی به قائله کا نمونہ ہے۔

② اور دیگر صحیح حدیث میں وارد ہے:

((ان ابنی هذا سید ولعل الله ان یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین))

جیسا کہ گزشتہ سطور میں ذکر ہوا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ یہ صلح اور مصالحت مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے ہوگی اور مفید و منفعت بخش ہوگی۔ یعنی اس میں دھوکا بازی کا معاملہ ہرگز نہیں ہوگا۔ نیز وہ صلح صحیح صلح ہوگی، کسی کدورت پر مبنی نہیں ہوگی۔

اس حدیث کا یہ مضمون جمہور علمائے امت کے نزدیک اپنے مقام پر واضح ہے۔

دوسری روایت (هدنه علیٰ دخن) کا محمل اگر حضرت حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی اس صلح کو بنایا جائے تو یہ روایت مذکورہ بالا صحیح حدیث کے مضمون اور مفہوم کے خلاف ہوگی۔ کیونکہ حدیث شریف میں "لعل الله ان یصلح به" کے الفاظ مذکور ہیں۔ ان میں جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کی بہتر امید وابستہ کی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امید امر حق کے موافق ہوتی ہے پس آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق ترجی (امید وابستہ کرنا) اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت ترک کرنا صحیح ہے اور اس میں کسی جانب سے کوئی "دخن" یعنی خدیعت و خیانت نہیں اور مبنی بر کدورت بھی نہیں اس میں کوئی غدر نہیں۔

چنانچہ علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ اپنی مشہور تصنیف الصواعق المحرقہ میں ذکر کرتے ہیں کہ:

((فانظر الی ترجیه صلی اللہ علیہ وسلم الاصلاح به وهو صلی اللہ علیہ وسلم لا یرجوا الا الامر الحق۔ الموافق لواقع فترجیه للاصلاح من الحسن رضی اللہ عنہ یدل علی صحة نزوله

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لمعاویة رضی اللہ عنہ عن الخلافه))[1]

حاصل یہ ہے کہ ان دونوں حضرات (سیدنا امام حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما) کے مابین مشہور "صلح و مصالحت" ایک بار ہی ہوئی ہے اور وہ صلح آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا صحیح مصداق تھی۔ اسی کے متعلق تر.جی یعنی امید وابستہ کرنا مذکور ہے اور وہ امر حق کے موافق تھی اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ صلح کی تکمیل تھی۔

اب اس واقعہ میں ایک فریق کے حق میں خدیعت اور خیانت و کدورت و غدر کی نسبت کرنا بالکل بے جا اور ناروا ہے کیونکہ اس طرح تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے اس صلح میں دھوکا کھایا اور خسارہ اٹھایا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی جو بہتر امید وابستہ تھی وہ معاذ اللہ پوری نہ ہو سکی۔ وجہ یہ ہے کہ جس صلح میں دھوکا دہی اور فساد نیت اور غدر ہو وہ صلح ہی کیسے ہوئی؟

یہاں سے معلوم ہوا کہ ہدنہ علیٰ دخن والی روایت کا مصداق اگر یہ مصالحت و صلح قرار دی جائے تو ان دونوں روایات کے مفہوم میں تعارض و تخالف واقع ہوتا ہے۔ فلہٰذا ہدنہ علی دخن والی روایت کا مصداق کوئی دوسرا واقعہ ہے یہ مصالحت مذکورہ محمل نہیں۔

③ نیز اس مقام پر یہ چیز نہایت قابل لحاظ ہے کہ اس صلح میں بنی ہاشم حضرات اور بہت سے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہوئے تھے اور ان حضرات کے عمل و تعامل نے اس صلح کی صحت پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور اس پر رضامند ہو گئے۔

اگر اس صلح کو کدورت اور غدر پر محمول کیا جائے تو کیا ان حضرات کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ دھوکا اور فریب کاری کی جا رہی ہے؟ اور کیا یہ حضرات اتنے سادہ لوح غافل اور سطحی فکر کے حامل تھے کہ فریق مقابل کی فریب دہی کو نہ سمجھ سکے؟

نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان تمام اکابر بنی ہاشم و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدت العمر تعلقات اور روابط درست رہے اور ان کے باہمی تمام معاملات صحیح تھے فلہٰذا یہ چیز بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مصالحت مذکورہ میں کسی قسم کی کدورت نہیں تھی اور نہ وہ بطور خدیعت اور غدر کے واقع ہوئی تھی، ورنہ یہ معاملات کیسے درست رہ سکتے تھے؟

④ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب صلح ہو گئی اور ان تمام حضرات نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی تو اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق قرار پائے اور مسلمانوں کے امیر المومنین ٹھہرے اور امام صادق کے لقب کے مستحق ہوئے۔

---

[1] الصواعق المحرقہ (ابن حجر مکی) ص ۲۱۸ (طبع ثانی مصر) تحت الخاتمہ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ فی حقیقۃ خلافۃ معاویہ بعد نزول الحسن لہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس چیز کو اکابر علماء نے اپنی تصنیفات میں واضح الفاظ سے ذکر کر دیا ہے۔ چنانچہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ الصواعق المحرقہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

((وعلى ان تلك الفوائد الشرعية وهى صحة خلافة معاوية رضي الله عنه و قيامه بامور المسلمين وتصرفه فيها بسائر ما تقتضيه الخلافة مترتبة على ذالك الصلح فالحق ثبوت الخلافة لمعاوية رضي الله عنه من حينئذ وانه بعد ذالك خليفة حق وامام صدق))[1]

اور شرح طحاویہ میں قاضی صدر الدین کہتے ہیں کہ:

((انما صار اماما حقا لما فوض اليه الحسن بن على الخلافة...... الخ))[2]

اکابرین امت کی جانب سے تائید

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی صلح ہذا کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا برحق خلیفہ ہونا اس دور کے تاریخی مسلمات میں سے ہے۔ کیونکہ اس دور کے اہل حل وعقد کا اجتماع حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر منعقد ہو گیا تھا اور اس مسئلہ خلافت میں دیگر کوئی شخص اس وقت مشارک اور مدافع بھی موجود نہیں تھا اس بنا پر حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی مصالحت ہذا کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق ٹھہرے اور اکابرین امت میں سے علی العموم کسی نے اختلاف نہیں کھڑا کیا اور اگر بعض افراد نے انفرادی طور پر اختلاف کیا ہے تو وہ کثیر امت اور اہل حل وعقد کے مقابلہ میں قلیل وشاذ کا حکم رکھتا ہے جس کا کوئی وزن اور اعتبار نہیں (للاكثر حكم الكل)

چنانچہ ہم تابعین میں سے امام اوزاعی رحمہ اللہ کا اس مسئلہ میں ایک تائیدی بیان ذکر کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((عن الاوزاعى قال ادركت خلافة معاوية عدة من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم سعد واسامة وجابر وابن عمر و زيد بن ثابت و مسلمه بن مخلد و ابوسعيد ورافع بن خديج و ابوامامة وانس بن مالك (رضي الله عنهم) و رجال اكثر من سمينا باضعاف مضاعفة كانوا مصابيح الهدى و اوعية العلم حضروا من الكتاب تنزيله واخذوا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم تاويله ومن التابعين لهم باحسان ان شاء الله منهم المسور بن مخرمة وعبدالرحمن بن الاسود ابن

---

[1] الصواعق المحرقہ (ابن حجر مکی) ص ۲۱۸ ج ۲ (شہاب الدین احمد بن حجر ہیثمی متوفی ۹۷۳ھ) تحت الخاتمہ بیان اعتقاد اہل السنہ...... الخ

[2] شرح الطحاویہ فی عقیدۃ السلفیہ (قاضی صدر الدین ابن ابی العز حنفی) ص ۴۳۰ تحت قولہ ثم لعلی بن ابی طالب، مکتبہ ریاض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدیغوث و سعید بن المسیب وعروۃ بن الزبیر و عبداللہ بن محیریز فی اشباہ لھم لم ینزعوا یدا من جماعۃ فی امۃ محمد ﷺ))[1]

''مطلب یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے مثلاً سعد بن ابی وقاص، اسامہ بن زید، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت، مسلمہ بن مخلد، ابوسعید خدری، رافع بن خدیج، ابوامامہ، انس بن مالک وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ جن اشخاص کا ہم نے نام ذکر کیا ہے اس سے بھی دو گنے بلکہ زیادہ افراد موجود تھے۔ یہ حضرات اپنے مقام پر ہدایت کے چراغ تھے، اور علم دین کے محفوظ رکھنے والے تھے، کتاب اللہ کے نزول کے وقت حاضر تھے اور آنجناب ﷺ سے کتاب اللہ کے معانی اور مفاہیم انھوں نے حاصل کیے۔ اور تابعین میں سے اکابر حضرات مثلاً مسور بن مخرمہ، عبدالرحمٰن بن اسود، سعید بن مسیّب، عروہ بن زبیر اور عبداللہ بن محیریز وغیرہم رحمہم اللہ موجود تھے۔ ان تمام اکابرین نے (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں) امت محمدیہ کی جماعت سے اپنے ہاتھ کو نہیں کھینچا (یعنی اہل اسلام کی جماعت سے متفق اور متعاون رہے اور وحدت اسلامی کو ملحوظ رکھا۔)''

بیان بالا سے واضح ہوا کہ صلح مذکور کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے دور میں مسلم خلیفۃ المسلمین تھے اور ان کی خلافت برحق تھی اور حکومت عادلہ تھی اس دور کے اکابر نے ان کی بیعت سے ہاتھ نہیں کھینچا بلکہ انھیں صحیح خلیفہ تسلیم کر لیا۔ ان حضرات کا یہ عملی تعاون صحت خلافت کے لیے واضح ثبوت ہے۔

اس مقام پر صحابہ کے مخالف لوگوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی خلافت کے حق میں درج ذیل تاثرات ذکر کیے ہیں کہ:

- امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت حقیقتاً خلافت نہ تھی بلکہ صورتاً خلافت تھی اور جابرانہ وظالمانہ حکومت تھی۔
- اور معاویہ رضی اللہ عنہ لڑ کر خلافت حاصل کرنا چاہتے تھے، ان کی خلافت کا انحصار مسلمانوں کی رضامندی پر نہیں تھا، لوگوں نے ان کو خلیفہ نہیں بنایا بلکہ خود اپنے زور سے خلیفہ بنے تھے۔ وغیرہ وغیرہ

مندرجات بالا کی روشنی میں ان لوگوں کے یہ نظریات ہرگز درست نہیں اور واقعات کے برخلاف ہونے کے ساتھ ساتھ امت کے اکابرین کے فرمودات بالا اور بیانات سابقہ کے سراسر منافی اور معارض ہیں فلہٰذا یہ نظریات قطعاً ناقابل قبول ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بے جا تعصب وعناد پر مبنی ہیں۔

---

[1] تاریخ مدینہ دمشق (ابن عساکر) ص ۷۲۳ ج ۱۶ تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما
البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۱۳۳ ج ۸ تحت ترجمہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (طبع اول مصر)
کتاب الاباطیل (جوزقانی) ص ۲۰۷-۲۰۸ روایت ۱۹۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحاصل

سیدنا حسن اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین مصالحت کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں بقدر ضرورت کیا گیا ہے۔ اس تاریخی صلح کے بعد اہل اسلام میں ایک عظیم انتشار ختم ہو گیا اور دونوں حضرات اپنے اپنے مراکز کی طرف واپس ہو گئے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی مراجعت کے متعلق حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

((ترحل الحسن ابن علی رضی اللہ عنہما و معه اخوه الحسين رضی اللہ عنہما وبقيه اخوتهم وابن عمهم عبدالله بن جعفر رضی اللہ عنہ من ارض العراق الى ارض المدينة النبوية على ساكنها افضل الصلاة والسلام وجعل كلما مر بحى من شيعتهم يبكتونه على ما صنع من نزوله عن الامر لمعاوية، وهو فى ذلك هو البار الراشد الممدوح، وليس يجد فى صدره حرجا ولا تلوما ولا ندما بل هو راض بذالك مستبشر به))[1]

''یعنی حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اپنے برادر مکرم سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما سمیت اپنے دیگر بھائیوں اور چچا زاد برادر حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کی معیت میں ارض عراق سے مدینۃ النبی کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں جب یہ حضرات اپنے شیعوں اور حامی قبائل کے پاس سے گزرتے تھے تو بعض لوگ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کو ترک کر دینے پر عار دلاتے، ملامت کرتے اور سخت الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ حالانکہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ درست معاملہ کرنے والے نیک طینت شخص تھے اور وہ ان لوگوں کے اس برے رویہ سے اپنے اندر کوئی کمزوری محسوس نہیں کرتے تھے بلکہ وہ اپنے اس مصالحت کے فعل پر بشرح صدر خوش اور مطمئن تھے اور انھوں نے وقتی تقاضوں کے تحت درست فیصلہ کر کے یہ صورت اختیار کی تھی۔''

بہر حال یہ حضرات ایک افتراق عظیم ختم کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور یہاں اقامت پذیر ہو گئے۔

٥

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ مصالحت کے بعد علاقہ ہذا کے انتظامات کی طرف توجہ مبذول کی۔ کوفہ کے علاقہ پر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو والی اور حاکم مقرر کیا، بصرہ کے علاقہ پر عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو حاکم متعین فرمایا اور اس کے بعد آپ دمشق کی طرف واپس تشریف لائے۔

چنانچہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں تحریر کیا ہے کہ:

---

[1] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۱۹ ج ۸ تحت ۴۱ھ طبع اول مصر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((وولی معاویة رضی اللہ عنہ الکوفه المغیره بن شعبة رضی اللہ عنہ و البصره عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ و رجع الی دمشق))[1]

اس واقعہ مصالحت پر سیرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تیسرا دور ختم ہوا۔ اب اس کے بعد آپ کی سیرت کا چوتھا دور شروع ہوگا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

اختتامی کلمات برائے دور سوم

اس دور میں خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری ایام خلافت سے لے کر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے مصالحت تک کے حالات و واقعات کو ایک ترتیب سے مختصراً ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً:

- شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے قبل حفاظتی تدابیر اور محاصرہ دار عثمان رضی اللہ عنہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مساعی۔
- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دیگر متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت بیعت علوی سے توقف۔
- واقعہ صفین کے متعلقات۔
- واقعہ تحکیم اور اس میں ناکامی۔
- مقتولین صفین کے متعلق فریقین کے تاثرات
- فریقین میں مصالحت اور معاہدہ جنگ بندی۔
- خلیفہ رابع حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت اور اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تاثرات۔
- سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے مصالحت وغیرہ وغیرہ۔

اس دور میں مذکورہ بالا اہم عنوانات کے واقعات کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لیے متعدد دیگر متعلقہ تفصیلات کو بھی زیر بحث لایا گیا خصوصاً اس دور کے مشاجرات صحابہ کو حتی المقدور صاف کرنے کی کوشش کی گئی۔

---

[1] فتح الباری شرح بخاری ص ۵۳، ج ۱۳ تحت روایت ابنی هذا سید لعل اللہ ان یصلح ...... الخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دور چہارم

عہد خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ خلافت راشدہ کے مبارک دور کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ''عہد خلافت'' اسلام میں بڑا اہم دور ہے۔ اس دور میں اسلام کو کامل فروغ حاصل ہوا، دین و شریعت کے تمام شعبوں میں ترقی ہوئی اور اس عہد کے باقی مخالف ادیان یہود و نصاریٰ وغیرہ پر اسلام غالب آ گیا اور اسلام کی مخالفت پر کمربستہ عظیم سلطنتوں کا زور ٹوٹ گیا۔

چنانچہ اس زریں عہد کے حالات اور واقعات لاتعداد پائے جاتے ہیں لیکن حسب مقدور انھیں کم و بیش بارہ فصول کی شکل میں ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے، ان پر نظر غائر کرنے سے اس دور کی قدر و منزلت اور اہمیت واضح ہو سکے گی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ملی خدمات کا اندازہ ہو سکے گا، اور ان کی حکومت عادلہ کا بہترین نقشہ سامنے آ سکے گا۔

لیکن شرط یہ ہے کہ عہد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تمام مندرجات پر ناظرین باتمکین ایک منصفانہ نظر فرمائیں اور دور ہذا کے مخالف دوستوں کے پروپیگنڈے پر بھی نگاہ ڈالیں، پھر بہ تقاضائے انصاف خود موازنہ کریں۔ اس طریقہ سے امید ہے کہ صحیح نتیجہ پر پہنچنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

مسئلہ خوارج، بغاوتیں، شرقی ممالک کی فتوحات

عہد مرتضوی اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی مصالحت تک کے درمیانی عرصہ میں اسلامی فتوحات کے سلسلے میں کچھ پیش رفت نہ ہوسکی۔ یہ ایک گونہ ابتلا کا دور تھا[1] جو قریباً ساڑھے پانچ سال تک رہا۔

اب موجودہ حالات کے اعتبار سے اسلام کی ترویج وترقی کے لیے گویا دور جدید کا آغاز ہُوا۔ اس وقت بے شمار حل طلب مسائل درپیش تھے، لیکن جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وقت کے تقاضوں کے پیش نظر دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ اولاً خارجیوں کی سرکوبی اور مفتوحہ علاقوں میں امن وامان قائم کرنے اور بغاوتوں کو فرو کرنے کی طرف توجہ مبذول فرمائی، اور کامل التفات کیا۔

بنا بریں پہلے خوارج کے متعلقہ چیزیں پھر باغیوں کی شورشوں کو فرو کرنے کی کوششیں ذکر ہوں گی، اس کے بعد فتوحات وغزوات کے واقعات ایک ترتیب سے بیان کیے جائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

خوارج

جن جماعتوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں حصہ لیا وہی لوگ اس واقعہ کے بعد مختلف نظریاتی طبقوں میں تقسیم ہوگئے۔ ان میں سے کچھ طبقات ایسے تھے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بظاہر حضرت موصوف کے معاون وموافق رہے، لیکن واقعہ تحکیم کے بعد علی الاعلان پوری مخالفت پر اتر آئے۔ اپنی شدت طبع اور کج فہمی کی بنا پر آنجناب کے شدید معاند ثابت ہوئے۔ حتیٰ کہ یہ لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہم نوا اصحابہ رضی اللہ عنہم کو تحکیم قبول کر لینے کی وجہ سے ایمان سے خارج تصور کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کو برحق تسلیم کرنے والے اشخاص کو نیز حضرت امیر معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما وغیرہم کو ایمان سے برگشتہ قرار دیتے تھے۔ اور ان کا نظریہ یہ بھی تھا کہ جو شخص بھی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو وہ کافر ہو جاتا ہے۔[2]

ان باطل نظریات کی بنا پر حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے خلاف قتال کیا

---

[1] المنتقیٰ (ذہبی) ص ۲۵۱

[2] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۲۵۳-۲۵۶ ج ۷ تحت مسیر امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ من المدینہ الی البصرہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور متعدد جنگی معارضے ہوئے۔ ان لوگوں کو خوارج کے نام سے یاد کیا جاتا ہے (جیسا کہ اس مقام کے حالات میں مورخین نے ذکر کیا ہے اور ہم نے بھی قبل ازیں ان خوارج کے مختصر حالات ''سیرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ'' میں صفحہ ۳۱۲ اور ۳۸۲ اور ۳۸۷ پر ذکر کیے ہیں)۔ یہ فرقہ نہایت تشدد پسند تھا۔ ذیل میں ایک واقعہ بطور نمونہ پیش خدمت ہے جس سے اس فرقہ باطلہ کا تشدد عیاں ہوتا ہے اور ان لوگوں کی فسادی فطرت واضح ہوتی ہے۔

واقعہ اس طرح ہے کہ ایک بار عبداللہ بن خباب بن ارت رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ کے ساتھ سفر میں تھے، اسی دوران میں چند خارجیوں نے انھیں پکڑ لیا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ جواباً عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں عبداللہ بن خباب صحابی رسول ہوں اور میرے ساتھ میری اہلیہ ہے جو پر امید ہے۔ پھر آپ سے پوچھا گیا کہ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم) کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے؟ تو آپ نے کہا کہ میں ان حضرات کو ثنائے خیر سے یاد کرتا ہوں اور بہتر جانتا ہوں۔ اس بات پر خوارج نے انھیں ذبح کر ڈالا اور ان کی اہلیہ کا پیٹ چاک کر کے قتل کر دیا حالانکہ وہ حاملہ تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ میں عورت ہوں اور کیا تم اللہ سے خوف نہیں کرتے؟

اس واقعہ کو ابن اثیر جزری رحمہ اللہ نے یہ عبارت ذیل تحریر کیا ہے:

((وقتل عبدالله بن خباب رضي الله عنه الخوارج كان طائفة منهم اقبلوا من البصرة الى اخوانهم من اهل الكوفة، فلقوا عبدالله بن خباب رضي الله عنه و معه امراته، فقالوا له: من انت؟ قال انا عبدالله بن خباب صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم فسألوا عن ابى بكر و وعمر و عثمان وعلى فاثنى عليهم خيرا فذبحوه فسأل دمه فى الماء قتلوا لامرأة وهى حامل متم منه فقالت انا امرأة الا تتقون الله فبقروا بطنها))[1]

چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت کے ابتدائی دور میں اس متشدد فرقہ خوارج کی طرف خاص توجہ کی۔

اب ذیل میں خوارج کے خلاف معارضات کے چند ایک واقعات پیش خدمت ہیں:

خروج علی الخوارج

① حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب کوفہ کے علاقہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ کوفہ کے مضافات میں ''نخیلہ'' کے مقام پر خارجیوں کا ایک گروہ عبداللہ بن ابی الحوساء خارجی کی سرکردگی میں مرکزی خلافت کے خلاف

---

[1] اسد الغابہ (ابن اثیر جزری) ص ۱۵۰ ج ۳ تحت عبداللہ بن خباب بن ارت رضی اللہ عنہ
الاصابہ (ابن حجر عسقلانی) ص ۲۹۴ ج ۲ تحت عبداللہ بن خباب بن ارت رضی اللہ عنہ مع الاستیعاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شورش برپا کیے ہوئے ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شورش کو فرو کرنے کے لیے خالد بن عرفطہ عذری رضی اللہ عنہ کو اہل کوفہ کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ فرمایا۔ انھوں نے خارجیوں کا مقابلہ کیا اور ان کے رئیس ابن ابی الحوساء کو جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں قتل کر کے اس بغاوت کو فرو کیا۔[۱]

(۲) عبداللہ بن ابی الحوساء خارجی کے قتل کے قلیل عرصہ بعد خارجیوں کا ایک دوسرا گروہ رونما ہوا جس کا رئیس حوثرہ بن ذراع تھا۔ ان خوارج کی سرکوبی کے لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عوف ابن احمر کو ایک ہزار لشکریوں کے ساتھ روانہ فرمایا اور انھوں نے جمادی الاخری ۴۱ھ میں حوثرہ بن ذداع مذکور کو قتل کر کے اس شورش کو ختم کر دیا۔[۲]

(۳) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کچھ ایام کوفہ میں قیام فرمایا، اس کے بعد مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو امیر کوفہ مقرر فرما کر ملک شام کی طرف چلے آئے۔ اس دوران میں کوفہ میں خارجیوں کی ایک دیگر جماعت خلیفہ اسلام کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی جس کا قائد بقول بعض مورخین فروہ بن نوفل اشجعی تھا۔

اس موقع پر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے خارجیوں کے اس گروہ کی سرکوبی کے لیے شبث بن ربعی اور بقول بعض معقل بن قیس کی قیادت میں مجاہدین کی ایک جماعت روانہ فرمائی۔ انھوں نے خارجیوں سے مقابلہ کیا اور ان کے رئیس فروہ بن نوفل کو قتل کر کے اس فتنہ انگیز آتش کو فرو کیا۔[۳]

(۴) بصرہ کے قریب ایک مشہور پل تھا، اس کے نواح میں خارجیوں کے ایک گروہ نے سہم بن غالب ہجیمی اور خطیم باہلی کی سرکردگی میں صحابی رسول عبادہ بن قرص لیثی رضی اللہ عنہ کو معارضہ کر کے شہید کر دیا، اس وقت بصرہ کے حاکم عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ تھے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ ان خارجیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ اپنی جماعت کے ساتھ جب ان کے ہاں پہنچے تو خارجیوں سے معارضہ ہوا، خارجیوں کے بعض شریر عناصر قتل ہو گئے مگر سہم اور خطیم مذکور نے امان طلب کر لی۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے ان کو امان دے دی اور اس طرح اس فتنہ کو ناکام کر دیا۔[۴]

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اپنے تاریخ اسلام جز ثانی میں ۴۱ھ کے تحت لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں عبداللہ بن ابی الحوساء سہم بن غالب ہجیمی اور خطیم باہلی نے خروج کیا۔ پھر ان خوارج کی سرکوبی کے

---

۱ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۸۸ ج ا تحت سنہ ۴۱ھ

۲ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۸۸ ج ا تحت سنہ ۴۱ھ

۳ تاریخ الکامل (ابن اثیر جزری) ص ۲۰۶ ج ۳ تحت سنہ ۴۱ھ تذکرہ خروج فروہ بن نوفل

۴ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۸۸ ج ا تحت سنہ ۴۱ھ
تاریخ الکامل (ابن اثیر جزری) ص ۲۰۹ ج ۳ تحت سنہ ۴۱ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے مساعی کی گئیں اور ان کی شورشوں کو فرو کیا گیا۔ مزید تفصیل وہاں ملاحظہ فرمائیں۔[1]

۴۳ھ میں واقعہ خوارج

اس سال خوارج اور جنود کوفہ کے مابین ایک اہم واقعہ پیش آیا۔ مستورد بن علقمہ خارجی کی سرکردگی میں اپنے پروگرام کے مطابق بہت سے خوارج اپنے مقام پر جمع ہوئے، (یہ لوگ نظریاتی طور پر اسلامی مرکزیت اور خلیفۃ المسلمین کے خلاف تھے، اپنے مجوزہ امیر کے ماسوا کسی کو امیر اور خلیفہ تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے امیر اور اپنی جماعت کے علاوہ کسی کو مسلمان نہیں سمجھتے تھے اور خلیفۃ المسلمین کو اسلام سے خارج قرار دیتے تھے۔

انھوں نے مستورد کو امیر المومنین قرار دیا اور اس کی بیعت کر لی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اس سال ۴۳ھ میں علاقہ کوفہ کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حاکم اور والی تھے۔ انھوں نے ان خوارج کی سرگرمیوں کو ختم کرنے کے لیے تیاری کی اور ایک لشکر تجویز کیا اور اس کا امیر معقل بن قیس کو بنایا، اور لشکر کے مقدمۃ الجیش کا امیر ابوالرواغ مقرر کیا۔ ان لوگوں کا خوارج کے ساتھ شدید مقابلہ و معارضہ ہوا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو فتح عطا فرمائی۔[2] خوارج نے بری طرح شکست کھائی اس طرح اپنے پروگرام میں ناکام ہو کر خائب و خاسر ہوئے۔

مختصر یہ ہے کہ مختلف مواقع پر خوارج نے اس دور میں فتنے برپا کرنے کی کوششیں کیں اور مرکز کے خلاف شورشیں کھڑی کرنے کی حرکتیں کیں لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے حکام نے نظم و ضبط قائم رکھنے کی خاطر ان لوگوں کو دبا دیا اور ان کی مفسدانہ حرکات کو ناکام بنا دیا۔

بغاوتیں

قبل ازیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے ابتدائی دور میں خوارج کی طرف سے بعض شورشیں رونما ہونے کا کچھ مختصر تذکرہ ہم کر آئے ہیں۔

اب اس کے بعد جن مقامات پر فتوحات کے بعد بغاوتیں کھڑی ہوئیں، ان کو فرو کرنے کے لیے جو کوششیں کی گئیں اجمالاً ان کا حال درج کیا جاتا ہے۔

ہرات، بلخ، بوشنج اور بادغیس وغیرہ کے علاقہ جات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فتح ہو کر اہل اسلام کے زیر نگیں تھے، پھر ۴۱ھ میں ان علاقوں میں بغاوتیں رونما ہوئیں۔ ان مشرقی ممالک پر حضرت امیر

۱۔ تاریخ اسلام (ذہبی) ص ۲۰۹ ج ۲ تحت سنہ ۴۱ھ

۲۔ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۲۴-۲۵ ج ۸ تحت سنہ ۴۳ھ طبع اول مصر
تاریخ الکامل (ابن اثیر جزری) ص ۲۱۲-۲۱۳ ج ۳ تحت سنہ ۴۳ھ طبع مصر۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ والی اور حاکم تھے۔ انھوں نے بغاوتوں کو فرو کرنے کے لیے عمدہ تدابیر اختیار کیں اور قیس بن الہیثم سلمی کو خراسان کے علاقے کا والی مقرر کیا تاکہ وہ ان بغاوتوں کو فرو کریں۔ چنانچہ قیس بن الہیثم ان علاقہ جات کو دوبارہ فتح کرتے ہوئے بلخ تک پہنچے اور وہاں کے آتش کدہ کو ختم کر دیا۔ اس مہم میں عطاء بن سائب (مولیٰ بنی لیث) ان کے خصوصی معاون اور کارکن تھے۔ ہرات کا شہر بھی اس مہم میں فتح ہوا۔ ان علاقوں میں پلوں کی ضرورت محسوس کی گئی چنانچہ تین عدد مشہور پل وہاں تعمیر کرائے گئے۔ اس کے بعد اہل بلخ نے قیس بن الہیثم مذکور سے صلح کا تقاضا کیا اور زیر اطاعت رہنے کا اقرار کیا تو قیس نے ان کی گزارش منظور کرتے ہوئے صلح کر لی۔[۱]

بعض مورخین نے ان مہمات کے سر کرنے میں عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن خازم سلمی رضی اللہ عنہما کا بھی ذکر کیا ہے، ان تمام حضرات نے مقامات مذکورہ کو دوبارہ فتح کر کے ان پر اسلام کا پرچم بلند کیا۔[۲]

حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کابل اور اس کے ملحقہ علاقہ جات فتح ہو چکے تھے لیکن بعد میں ان مقامات کے باشندوں نے خلیفہ اسلام کے خلاف بغاوت کر دی تو عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جو ان ممالک کے لیے مرکزی حاکم تھے عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو بجستان کا حاکم مقرر کیا تاکہ وہ ان بغاوتوں کو فرو کریں، اور ان کے ساتھ عباد بن حصین حبطی اور عمرو بن عبیداللہ بن معمر وغیرہ معاونین روانہ کیے۔

یہ لوگ باغیوں کی سرکوبی کرتے ہوئے کابل تک پہنچے، وہاں پہنچ کر کابل شہر کا محاصرہ کر لیا اور اطراف میں منجنیقیں نصب کر دیں اور اس طرح شہر کی پوری ناکہ بندی کر کے اہل شہر کے ساتھ معارضہ اور مقابلہ کیا اور زور دار معارضہ کے بعد ان کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

اسی سلسلہ میں اس علاقہ کے باقی مشہور مقامات بست، رخج، زراں، خشک، زابلستان، غزنہ وغیرہ کو ان حضرات نے فتح کر کے اہل اسلام کے زیر نگیں کیا، اب یہ تمام علاقہ جات مسلمانوں کے ماتحت ہو گئے۔[۳]

باغیوں کی شورشوں کو فرو کرنا خلافت اسلامیہ کی مرکزیت کو مستحکم کرنے، اس کی کماحقہ حفاظت کرنے اور

۱۔ فتوح البلدان (بلاذری) ص ۴۱۶ تحت واقعات خراسان
الکامل (ابن اثیر) ص ۲۰۸-۲۰۹ ج ۳ تحت ذکر ولایہ قیس
البدایہ ص ۲۴ ج ۸ طبع اول تحت ۴۲ھ

۲۔ کتاب البلدان (یعقوبی شیعی) ص ۴۴-۵۷ طبع قدیم نجف

۳۔ تاریخ الکامل (ابن اثیر جزری) ص ۲۱۷ ج ۳ تحت سنہ ۴۳ھ ذکر عود عبدالرحمٰن الی ولایہ بجستان طبع مصر۔
تاریخ یعقوبی شیعی ص ۲۱۷ ج ۲ تحت ایام معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما طبع بیروت
تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۹۰ ج ۱ تحت سنہ ۴۳ھ
فتوح البلدان (بلاذری) ص ۴۰۳-۴۰۴ تحت بجستان و کابل۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امن وامان قائم رکھنے کے لیے ضروری تھا، چنانچہ ان مقاصد کے حصول کے لیے یہ مساعی کی گئیں جو بار آور ہوئیں۔

فتوحات

ماقبل میں بغاوتوں کو فرو کرنے کے چند ایک واقعات مختصراً ذکر کیے گئے ہیں، اس کے بعد اب یہاں فتوحات کا سلسلہ ایک ترتیب سے اختصاراً ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مشرقی ممالک میں بغاوتوں کو فرو کرنے کی جس طرح کوششیں کیں، اسی طرح ان ممالک میں فتوحات کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ اس دور میں بصرہ کو انتظامی امور کے لحاظ سے مرکزی حیثیت حاصل تھی اور اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ کے حاکم اور والی عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ تھے جو صغار صحابہ میں سے تھے اور اپنی قابلیت وصلاحیت کی بنا پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے حاکم بصرہ چلے آرہے تھے پھر ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ولایت بصرہ کے منصب پر بحال رکھا گیا۔

چنانچہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اپنی امارت کے دور میں سجستان کے علاقہ میں جہاد کے لیے عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو والی بنایا، اور ان کے ساتھ اس غزوہ میں متعدد حضرات مثلاً مہلب بن ابی صفرہ اور حسن بصری رحمہم اللہ وغیرہ کو شامل کیا۔ پھر انھوں نے مقام زرنج، اہواز اور کابل وغیرہ کے علاقہ جات فتح کیے اور سجستان کے علاقہ میں رخج وغیرہ مقامات کو بھی فتح کیا۔[1]

مورخین کے بیانات کے مطابق اس دور میں کئی مقامات مثلاً زراں، خشک رخج زابلستان وغیرہ کے لوگوں نے نقض عہد کیا اور ان سے معارضے ہوئے اور پھر دوبارہ ان مقامات کو فتح کیا گیا۔[2]

پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۴۵ھ میں حارث بن عبداللہ ازدی کو بصرہ کا والی بنایا لیکن چار مہینے کے بعد ان کو وہاں سے ہٹا دیا اور زیاد کو بصرہ کا والی بنایا، چنانچہ زیاد اپنے منصب کو سنبھالنے کے لیے جمادی الاولیٰ ۴۵ھ میں بصرہ میں داخل ہوا۔ اس دوران میں زیاد نے صحابہ کی ایک جماعت سے تعاون حاصل کیا، چنانچہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو بصرہ میں منصب قضا کا والی بنایا اور حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کو خراسان کے علاقے پر نائب بنایا اور ساتھ غزوات کے کچھ معاملات بھی ان کے سپرد کیے، چنانچہ اس سال حکم رضی اللہ عنہ نے جبل الاسل کے علاقے میں جہاد شروع کیا، مقابلہ میں دشمن کے بہت سے لوگ مارے گئے اور بعض لوگوں کو قیدی بنا لیا

---

1. تاریخ اسلام (ذہبی) ص ۲۰۹، ۲۱۰ ج ۲ تحت سنہ ۴۲-۴۳ھ
   البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۴۷ ج ۸ تحت سنہ ۵۰ھ
2. فتوح البلدان (بلاذری) ص ۴۰۴ تحت عنوان سجستان وکابل۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا اور اموال کثیرہ غنائم کے طور پر حاصل ہوئے اس سے اہل اسلام کو بہت نفع ہوا۔[1] اسی طرح سمرہ بن جندب، عبدالرحمٰن بن سمرہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم زیاد کے دور میں بطور نیابت اسلامی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

پھر کچھ عرصہ کے بعد ۴۶ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو سجستان کی امارت سے بدل کر ان کی جگہ ربیع بن زیاد حارثی رضی اللہ عنہ کو والی بنایا۔ پھر اس دور میں سجستان کے علاقے میں ترکوں نے جوش دکھلایا لیکن آخرکار کابل، زابلستان اور رخج کے علاقوں پر ربیع بن زیاد حارثی رضی اللہ عنہ نے ان کی سرکوبی کی اور مخالفین کو شکست فاش ہوئی۔[2]

بعض مورخین نے اس مقام پر تحریر کیا ہے کہ خراسان پر حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ زیاد کی طرف سے والی اور حاکم تھے، ان کے انتقال کے بعد زیاد بن ابی سفیان نے ربیع بن زیاد حارثی رضی اللہ عنہ کو خراسان کا والی بنایا۔ انھوں نے بلخ کو صلحاً فتح کیا اور کوہستان کے علاقہ کو فریق مخالف سے مقابلہ کر کے فتح کیا۔ قریب ہی ترک آباد تھے۔ انھوں نے معارضہ کیا تو ترک طرخان کے علاوہ سب کو قتل کر دیا گیا۔ ترک طرخان بعد میں قتیبہ بن مسلم کے ہاتھوں قتل ہوا۔[3]

نیز مورخین نے لکھا ہے کہ ماوراء النہر کے علاقہ میں ۵۱ھ میں ربیع بن زیاد حارثی رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا۔ ان سے قبل حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ اس علاقے میں پہنچے تھے اور انھوں نے پہلی مرتبہ اس نہر (دریائے جیحون) کو عبور کیا، آپ کے غلام نے اس دریا سے خود بھی پانی پیا اور اپنے سردار کو بھی پلایا۔ پھر حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اس دریا کے پانی سے وضو کیا اور دو رکعت نوافل شکرانہ ادا کیے، اور بعد میں اس علاقہ سے واپس چلے آئے۔ حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بعد ربیع بن زیاد حارثی رضی اللہ عنہ اس علاقے میں پہنچے اور دریا کے پار (ماوراء النہر) جہاد کیا۔ بہت سا مال غنیمت حاصل کیا اور پھر سلامتی کے ساتھ واپس آ گئے۔[4]

خراسان، ترکستان، سجستان، سمرقند و بخارا وغیرہ کی فتوحات

۵۳ھ میں زیاد بن ابی سفیان کا انتقال ہوا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی جگہ ان کے فرزند عبیداللہ بن زیاد کو خراسان کا والی مقرر کیا۔ اس نے بخارا کے کوہستانی علاقہ میں اونٹوں پر سفر کیا اور بخارا کے علاقہ میں متعدد مقامات رامنی، نسف اور بیکند وغیرہ علاقوں کو فتح کر کے اسلام کا پرچم بلند کیا۔ اس دور میں یہ

---

1. البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۲۹ ج ۸ تحت سنہ ۴۵ھ
2. تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۹۲-۱۹۳ ج ا تحت سنہ ۴۶ھ
3. فتوح البلدان (بلاذری) ص ۴۰۴ تحت عنوان سجستان و کابل
4. البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۵۶ ج ۸ تحت تذکرہ جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاقہ ترکوں کے ماتحت تھا۔ ابن زیاد نے ان کو شکست دی۔ ترکوں کے بادشاہ کے ساتھ اس کی ملکہ بھی تھی، ترکوں کے ساتھ یہ شدید ترین قتال تھا۔ ابن زیاد نے خراسان کے علاقہ میں اس دوران میں قریباً دو سال تک قیام کیا، اور مفتوحہ مقامات کے انتظامی امور کو درست کیا۔[1]

عبیداللہ بن زیاد کے بعد خراسان کے علاقہ پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سعید بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو والی مقرر کیا۔ انھوں نے دریائے جیحون کو اپنے لشکر سمیت عبور کیا، اور پیش قدمی کر کے ان علاقوں میں جہاد جاری رکھا۔

اس علاقے کی والی ایک خاتون تھی جب اسے ان کی آمد کی خبر ہوئی تو اس نے صلح کی پیش کش کی اور اہل صغد اور ترک اور اہل کش وغیرہ کے باشندوں نے سعید بن عثمان رضی اللہ عنہ سے صلح کی خواہش ظاہر کی اور ایک لاکھ بیس ہزار درہم ادا کرنا منظور کیا۔

بخارا کے مضافات اور علاقہ جات فتح ہونے کے بعد سعید بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بخارا کے شہر میں داخل ہوئے۔ پھر بخارا کی فتح کے بعد سعید بن عثمان رضی اللہ عنہ نے سمرقند کی طرف اقدام کیا۔ اہل سمرقند سے زبردست مقابلہ ہوا اور یہ قتال تین دن تک جاری رہا۔ مشہور قول کے مطابق دوران جنگ میں سعید بن عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ایک جرنیل مہلب بن ابی صفرہ رحمہ اللہ دونوں کی ایک ایک آنکھ ضائع ہوگئی۔

افواج اسلام نے مخالفین کے ساتھ شدید معارضہ کیا اور سمرقند شہر کا محاصرہ کر لیا۔ جب اہل شہر کو اپنی ہلاکت کا خطرہ ہوا تو انھوں نے اہل اسلام سے صلح کی پیش کش کی۔ سعید بن عثمان رضی اللہ عنہ نے اس شرط پر صلح کی کہ اہل سمرقند سات لاکھ درہم سالانہ ادا کریں گے اور مسلمان شہر سمرقند کے ایک دروازہ سے داخل ہو کر دوسرے سرے کے دروازہ سے نکل جائیں گے۔[2]

اور اس مقام پر شیعہ مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بخارا فتح ہوا، اس مہم میں سعید بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ والی اور نگران تھے۔[3] جرجان کے علاقہ کی فتح بھی سعید بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے ہوئی تھی۔[4]

نیز مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ بلخ اور مدائن وغیرہ کو اہل اسلام نے جب فتح کیا تو عبدالرحمٰن بن سمرہ

---

[1] تاریخ الکامل (ابن اثیر جزری) ج ۳ ص ۲۴۷ تحت استعمال عبیداللہ بن زیاد علیٰ خراسان

[2] کتاب فتوح البلدان (بلاذری) ص ۴۱۷، ۴۱۸ تحت حالات خراسان
تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۲۱۲ ج ۱ غزوہ سمرقند ۵۶ھ

[3] کتاب البلدان (یعقوبی شیعی) ص ۵۰-۵۴ طبع قدیم نجف اشرف

[4] کتاب البلدان (یعقوبی شیعی) ص ۵۱ طبع قدیم نجف اشرف۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں یہ فتوحات ہوئی تھیں ۔[1]

ایک اہم واقعہ

خراسان کے علاقہ میں بے شمار جنگی مہمات پیش آئیں اور اہل اسلام نے ان جنگوں میں اسلام کے فروغ اور ترقی کے لیے بے شمار کوششیں کیں۔ اس دور میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان مساعی میں پیش پیش رہے اور بنی ہاشم کے اکابر میں سے بھی بعض حضرات ان مہمات میں شامل ہوئے اور شریک ثواب رہے۔ چنانچہ سمرقند کی فتوحات میں ایک ہاشمی بزرگ کی شرکت اہل سیرت و تاریخ نے ذکر کی ہے۔

طبقات ابن سعد میں مذکور ہے:

((قال ابن سعد غزا قثم بن عباس خراسان وعليها سعيد بن عثمان بن عفان فقال له اضرب لك بالف سهم! فقال: لا بل خمس، ثم اعط الناس حقوقهم ثم اعطني بعد ما شئت))[2]

اور بلاذری نے اس طرح ذکر کیا ہے:

((قدم قثم رضي الله عنه على سعيد بن عثمان رضي الله عنه بخراسان فقال له سعيد اعطيك من المغنم الف سهم فقال لا ولكن اعطني سهما لي وسهما لفرسي))[3]

''یعنی ابن سعد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قثم بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما خراسان کے غزوات میں شامل ہوئے اور اس وقت ان غازیوں کے امیر سعید بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے حضرت سعید بن عثمان رضی اللہ عنہ نے خصوصی رعایت دیتے ہوئے قثم بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں آپ کے لیے غنائم میں سے ایک ہزار حصہ دینا چاہتا ہوں تو قثم بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب میں فرمایا کہ اس طرح نہ کریں، بلکہ حسب قاعدہ غنائم سے خمس نکالیے اور باقی غازیوں کو ان کے حقوق کے مطابق عطا کیجیے اور مجھے اور میرے گھوڑے کے لیے حسب قاعدہ ایک ایک حصہ دے دیں۔ پھر اس کے بعد اگر آپ کوئی زائد چیز دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں۔''

علماء فرماتے ہیں کہ قثم رضی اللہ عنہ سمرقند کے غزوات میں شامل تھے۔ سمرقند میں ہی شہید ہوئے اور آپ کا مزار بھی سمرقند کے علاقہ میں ہے۔

---

1. کتاب البلدان (یعقوبی شیعی) ص ۵۰ طبع قدیم نجف اشرف
2. طبقات ابن سعد، ص ۱۰۱ ج ۷ قسم ثانی تحت ذکر قثم بن عباس رضی اللہ عنہما
سیر اعلام النبلاء (ذہبی) ص ۲۹۲ ج ۳ تحت ذکر قثم بن عباس رضی اللہ عنہما
3. فتوح البلدان (بلاذری) ص ۴۱۹ تحت حالات خراسان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ

یہاں قثم بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے متعلق ایک مختصر سی تشریح کر دینی مناسب سمجھی گئی ہے۔ قثم رضی اللہ عنہ، حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے فرزندوں میں سے مشہور صاحبزادے ہیں انھیں صحبت نبوی کا شرف حاصل ہے۔ آپ حضرت سیدنا حسین ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے رضاعی برادر بھی ہیں۔ روایت میں ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض دفعہ آپ کو اپنے پیچھے اپنی سواری پر سوار کیا۔ اور علمائے سیرت نگار لکھتے ہیں کہ:

((کان یشبه النبی صلی اللہ علیہ وسلم واخر الناس به عهدا))[1]

((وکان قثم رضی اللہ عنہ سید ورعا فاضلا...... الخ))[2]

''یعنی قثم بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظاہری مشابہت رکھتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں اترنے والوں میں قثم بن عباس رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے اور سب سے آخر میں قبر مبارک سے باہر نکلے تھے۔''

''قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں علماء فرماتے ہیں کہ وہ اپنے خاندان میں سردار متقی اور علم وفضل میں فائق تھے۔''

اور شیعہ کے اکابر علماء نے لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قثم بن عباس رضی اللہ عنہما مکہ پر ہمیشہ والی رہے، حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خارجیوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ نیز لکھا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں سمرقند کے علاقہ میں حضرت قثم رضی اللہ عنہ اہل اسلام کی فوج میں شامل تھے اور آپ وہیں (سمرقند میں) شہید ہوئے۔ شیعہ فاضل ابن میثم بحرانی نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں مندرجہ بالا چیز بہ عبارت ذیل نقل کی ہے:

((هو قثم بن العباس بن عبد المطلب لم یزل والیا علی مکة لعلی علیہ السلام حتی قتل (علی) واستشهد بسمرقند فی زمن معاویة))[3]

۱۔ اسد الغابہ ص ۱۹۷ ج ۴ تحت باب القاف ذکر قثم بن عباس رضی اللہ عنہما
سیر اعلام النبلاء (ذہبی) ص ۲۹۲ ج ۳ تحت ذکر قثم بن عباس رضی اللہ عنہما

۲۔ طبقات ابن سعد ص ۱۰۱ ج ۷ قسم ثانی تحت ذکر قثم بن عباس رضی اللہ عنہما
سیر اعلام النبلاء (ذہبی) ص ۲۹۲ ج ۳ تحت ذکر قثم بن عباس رضی اللہ عنہما
الاصابہ (ابن حجر) ص ۲۱۸ ج ۳ تحت ذکر قثم بن عباس رضی اللہ عنہما

۳۔ شرح نہج البلاغہ (ابن میثم بحرانی) ص ۲ ج ۵ تحت عنوان من کتاب له علیه السلام الی قثم بن عباس وهو عامله علی مکه، طبع تہران۔
تاریخ یعقوبی ص ۲۳۷ ج ۲ تحت حالات امیر معاویہ طبع بیروت۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ

① اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بنو ہاشم حضرات جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کی جنگی مہمات میں بخوشی شامل ہوئے اور اس کار خیر میں شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔

② ان حضرات میں قبائلی تعصب نہیں تھا بلکہ احیائے دین کی خاطر ایک دوسرے کے مددگار و متعاون رہتے تھے۔

③ نیز خلافت و ولایت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ برحق تھی اور ان کے تصرفات اسلام کے مطابق صحیح تھے، اور یہ چیز بنو ہاشم کے تعامل سے ثابت ہو رہی ہے۔ مسائل ہذا میں ان حضرات کا تعامل و تعاون مستقل شاہد کی حیثیت رکھتا ہے۔

طبرستان کی مہم

طبرستان اور اس کے نواحی علاقہ جات کی فتوحات کے سلسلے میں مورخین کی تاریخی روایات مختلف پائی جاتی ہیں۔ بعض مورخین کے بقول سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی مساعی سے یہ علاقہ فتح ہوا۔ اور بعض دیگر روایات کے مطابق عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اس علاقہ میں مہم جاری رکھی اور ان علاقوں کو فتح کرنے کی کوششیں کیں۔

اور یہ بھی روایات میں پایا جاتا ہے کہ ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ امیر کوفہ نے مصقلہ بن ہبیرہ رحمہ اللہ کو طبرستان کے علاقہ جات پر حاکم بنا کر روانہ کیا۔ انھوں نے دشمن کی افواج سے مقابلہ کیا اور فتوح البلدان (بلاذری) کے بیان کے مطابق وہ اس مہم میں دشمن کی حیلہ گری کا شکار ہو کر اپنے فوجی دستہ سمیت شہید ہو گیا۔ اور بعض دیگر مورخین مثلاً خلیفہ ابن خیاط اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ کے بیانات کے مطابق مصقلہ رحمہ اللہ اس مہم میں کامیاب ہوئے اور انھوں نے اہل طبرستان کو اپنی شرائط پر صلح کرنے پر مجبور کر دیا۔

بہرکیف طبرستان کے علاقہ جات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مفتوح ہو کر اہل اسلام کے زیر نگیں ہو گئے تھے۔

سندھ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری دور اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں اہل اسلام کی طرف سے سندھ کی طرف پیش قدمی ہو چکی تھی اور اس دور میں عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ جو بصرہ کے والی تھے، ان کی طرف سے راشد بن عمرو جدیدی کو ثغر ہند (ہندوستان کے علاقے) کا حاکم مقرر کیا گیا۔ انھوں نے سندھ کی طرف پیش قدمی کی اور ان علاقوں میں اقامت پذیر رہے اور یکے بعد دیگرے بلاد سندھ پر حملے کیے اور دور تک اندر چلے گئے۔[1]

[1] تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۹۰ ج ا تحت ۴۲-۴۳ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ ایام کے بعد مکران کے علاقہ پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سوار عبدی کو والی مقرر فرمایا، اور انھوں نے وہاں فتوحات میں پوری کوششیں کیں۔[۱]

اسی دور میں عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی مساعی سے کابل فتح ہوا اور وہاں ابو قتادہ عدوی شہید ہوئے۔ مخالفین کے کئی لوگوں کو قیدی بنا لیا گیا جن میں سے بعض بہت مشہور ہوئے۔ مثلاً مکحول، سالم بن عجلان، نافع مولیٰ ابن عمر وغیرہم رحمہم اللہ۔[۲]

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور ۴۴ھ میں مہلب بن ابی صفرہ رحمہ اللہ نے ارض ہند کی طرف اقدام کر کے خوب جہاد کیا اور قندابیل (اس دور کا ایک مشہور مقام تھا) تک جا پہنچے، اور پھر وہاں سے بنہ اور اہواز کی طرف پیش قدمی کی۔ یہ مقامات کابل اور ملتان کے درمیان واقع تھے۔ مخالفین اسلام کے ساتھ مقابلے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے دشمنان اسلام کو شکست دی اور مسلمانوں کے ہاتھوں کو مال و زر سے پر کر دیا اور پھر یہ لوگ غنائم حاصل کر کے سلامتی سے لوٹے۔[۳]

•

کچھ ایام کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ثغر ہند (سرزمین ہندوستان) کی طرف عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سوار عبدی رحمہ اللہ کو بھیجا۔ انھوں نے جہاد کر کے قیقان کے علاقے کو فتح کیا اور وہاں سے مسلمانوں کو بہت سے غنائم حاصل ہوئے جن میں اس علاقہ کے خاص نسل کے قیقانی گھوڑے بھی شامل تھے۔ عبداللہ بن سوار نے یہ گھوڑے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد جب یہ قیقان کے علاقہ میں واپس آئے تو اس علاقہ کے ترک خلاف ہو گئے۔ مقابلہ ہوا اور مخالفین کے ہاتھوں عبداللہ بن سوار شہید ہو گئے۔[۴]

ان ایام میں عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے بعد زیاد بن ابی سفیان بصرہ کے والی بنائے گئے تو زیاد نے سندھ

---

۱ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۹۱ ج ۱ تحت سنہ ۴۴ھ

۲ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۹۱ ج ۱ تحت سنہ ۴۴ھ

فتوح البلدان (بلاذری) ص ۴۳۸ تحت فتوح السند

۳ الکامل (ابن اثیر جزری) ص ۲۲۱ ج ۳ تحت ذکر غزو المہلب السند

تاریخ اسلام (ذہبی) ص ۲۱۰ ج ۲ تحت سنہ ۴۴ھ

۴ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۹۲ ج ۱ تحت سنہ ۴۵ھ

فتوح البلدان (بلاذری) ص ۴۳۹ تحت فتوح السند

الکامل (ابن اثیر جزری) ص ۲۱۸ ج ۳ تحت ذکرہ غزوۃ السند

تاریخ اسلام (ذہبی) ص ۲۱۰ ج ۲ تحت سنہ ۴۵ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے علاقوں پر سنان بن سلمہ بن محبق ہذلی کو حاکم بنایا۔ وہ ایک باصلاحیت شخص تھے۔ انھوں نے مکران کو فتح کیا اور وہاں آبادیاں قائم کیں اور شہروں کا نظم قائم کیا اور کچھ مدت وہیں مقیم رہے۔[1]

اس مقام کی بعض روایات میں اس طرح مذکور ہے کہ زیاد نے سرحدوں پر راشد بن عمرو جدیدی کو عامل بنایا اور وہ مکران پہنچے۔ قیقان کے علاقہ میں جہاد کر کے اسے فتح کیا اور رعایا کے انتظامی معاملات کے لیے سنان بن مسلمہ کو مقرر کیا اور سرحدوں کے معاملات بھی انھی کے سپرد ہوئے۔[2]

پھر کچھ ایام کے بعد زیاد نے منذر بن جارود کو ہندوستان کی سرحد کا والی بنایا تو انھوں نے بوقان اور قیقان کے علاقوں میں جہاد کیا۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی اور بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا۔ اس سے پہلے ان علاقوں کو سنان بن مسلمہ نے فتح کیا تھا، لیکن بعد میں وہ لوگ اسلامی سلطنت کے طے شدہ معاہدے سے انحراف کر گئے تھے۔ اس بنا پر ان کے ساتھ منذر بن جارود نے دوبارہ جہاد کر کے ان علاقوں کو زیر نگین اسلام کیا۔[3]

۱۔ فتوح البلدان (بلاذری) ص ۴۳۹ تحت فتوح السند، طبع مصر
تاریخ یعقوبی شیعی ص ۲۳۴ تحت ثغر الہند طبع بیروت

۲۔ فتوح البلدان (بلاذری) ص ۴۳۹ تحت فتوح السند

۳۔ فتوح البلدان (بلاذری) ص ۴۴۰ تحت فتوح السند۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

بلاد روم کی فتوحات

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مختلف اطراف میں فتوحات کی مہمات کا سلسلہ جاری رہا اور مسلمانوں کا وہ سلسلہ غزوات جو سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر رک گیا تھا پھر سے جاری ہو گیا جیسا کہ قبل ازیں بھی ذکر کیا ہے۔

بلاد شرق مثلاً خراسان، ترکستان، کابل، بخارا، سمرقند، بلخ اور طبرستان وغیرہ میں ایک سلسلہ غزوات جاری رہا۔ بلاد ہند اور بلاد سندھ کی طرف فتوحات کا ایک دوسرا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جیسا کہ اس چیز کو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح بلاد روم وغیرہ کی طرف فتوحات کا سلسلہ آنجناب نے الگ چلایا ہوا تھا، اور بلاد روم کی مہمات میں صیفی اور شتوی غزوات مستقل طور پر جاری رہتے تھے۔ اور ان کے ساتھ ساتھ بحری غزوات کا سلسلہ اپنی جگہ پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خصوصی توجہات کا مرکز تھا۔

ذیل میں ہم بلاد روم کے صیفی اور شتوی غزوات اور بحری غزوات کو مختصراً ذکر کرتے ہیں تا کہ ناظرین کی معلومات میں اضافہ ہو اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں احیائے دین اور اشاعت اسلام کے لیے مساعی کا اندازہ ہو سکے۔ چونکہ ان چیزوں کو ان کی پوری تفصیلات کے ساتھ ذکر کرنا طوالت کا باعث ہے اس لیے انھیں بقدر ضرورت ہی ذکر کرنا مناسب ہے۔ مقولہ ما لا یدرك كله لا یترك كله کے مطابق اس کو اپنے ہاں جگہ دی جائے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے تحت غزوات روم کے سلسلے میں مسلمانوں نے بلاد روم کی طرف خاص توجہ کی اور رومیوں کے ساتھ اہل اسلام کا مقابلہ بہت سخت ہوا اور رومیوں کے مذہبی راہنماؤں (بطریق) کی جماعتوں نے بھی اہل اسلام کے خلاف معارضہ میں بھرپور حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے رومیوں کو شکست فاش دی اور رومی بطریقوں یعنی (مذہبی راہنماؤں) کی ایک بڑی جماعت مقتول ہوئی۔[1]

رومیوں کے ساتھ غزوات کا سلسلہ چونکہ بہت وسیع تھا اور بار بار بلاد روم پر مسلمان حملہ آور ہوئے تو

---

[1] الکامل (ابن اثیر جزری) ص ۲۱۰ ج ۳ تحت سنہ ۴۲ھ
البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۲۴ ج ۸ تحت سنہ ۴۲ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے متعلق اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ ۴۳ھ میں بسر بن ارطاۃ نے بلاد روم میں غزا اور جہاد کیا اور دور تک چلے گئے حتیٰ کہ قسطنطنیہ تک جا پہنچے۔

بقول بعض مورخین پھر سردیوں میں بھی بسر بن ارطاۃ نے جہاد جاری رکھا اور ارض روم میں قیام کیا۔[1]

پھر ان کے بعد ۴۴ھ اور ۴۵ھ میں اہل تاریخ کی روایات کے مطابق عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فرمان کے تحت بلاد روم میں جہاد کیا آپ کے ساتھ اہل اسلام کی ایک کثیر فوج تھی۔ مجاہدین سردیوں میں بھی جہاد جاری رکھتے تھے اور بلاد روم میں ہی قیام کرتے تھے۔ شتوی غزوات کا سلسلہ ان کے ذریعے سے جاری رہتا، اور انھوں نے بلاد روم کے بہت سے علاقے فتح کیے۔[2]

مورخین نے لکھا ہے کہ صیفی یعنی موسم گرما اور شتوی یعنی موسم گرما کے غزوات میں مختلف امرا اور حکام کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بلاد روم میں روانہ کیا جاتا تھا۔ اس سلسلے میں درج ذیل حضرات کے اسماء مورخین عموماً ذکر کرتے ہیں:

مالک بن عبداللہ ابو حکیم کو ارض روم میں ۴۶ھ کے دوران میں ان غزوات کے لیے امیر بنا کر روانہ کیا گیا، اور بقول بعض مورخین مالک بن ہبیرہ فزاری کو ارسال کیا گیا تھا۔ پھر اس کے بعد اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ ارض روم میں مالک بن ہبیرہ کو بھیجا گیا تھا اور سردیوں میں ابو عبدالرحمٰن قینی کو انطاکیہ کے علاقہ میں شتوی غزوات کے سلسلہ میں امیر مقرر کیا گیا۔[3]

۴۹ھ میں مورخین نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ ارض روم میں شتوی یعنی سردیوں کے غزوات میں مالک بن ہبیرہ فزاری کو بھیجا گیا، اور بقول بعض فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ کو ان ایام میں امیر مقرر کر کے روانہ کیا گیا تھا۔[4]

اس طرح سردیوں اور گرمیوں میں اہل اسلام کی جانب سے مخالفین کے علاقہ میں جہاد جاری رہتا تھا۔

۱۔ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۳۴ ج ۸ تحت سنہ ۴۳ھ
تاریخ اسلام (ذہبی) ص ۲۱۰ ج ۲ تحت سنہ ۴۳ھ

۲۔ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۲۷ ج ۸ تحت سنہ ۴۴ھ
الکامل (ابن اثیر جزری) ص ۲۱۸ ج ۳ تحت سنہ ۴۴ھ
تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۹۱ ج ۱ تحت سنہ ۴۴ھ

۳۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۹۳ ج ۱ تحت سنہ ۴۶-۴۷ھ
البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۳۲ ج ۸ تحت سنہ ۴۸ھ

۴۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۹۴ ج ۱ تحت سنہ ۴۹ھ
البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۳۲ ج ۸ تحت سنہ ۴۹ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ ابن کثیر اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے سردیوں اور گرمیوں کے ان غزوات کی تفصیلات کو مختصر الفاظ میں اس عبارت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

((فاغزا معاوية رضي الله عنه ارض الروم ست عشرة غزوة تذهب سرية في الصيف ويشتوا بارض الروم ثم تقفل وتعقبها اخرى))[1]

''یعنی روم کے علاقہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قریباً سولہ غزوات کیے آپ گرمیوں میں ایک فوج کو بھیجتے تھے جو سردیوں میں بھی اس علاقہ میں مقیم رہتی تھی پھر وہ فوج واپس آ جاتی اور ان کی جگہ ایک دیگر فوجی دستہ بھیج دیا جاتا۔''

اس طرح روم کے علاقہ میں سردیوں اور گرمیوں کا جہاد جاری رہا اور بے شمار علاقے مفتوح ہوئے اور سلطنت اسلامی کا دائرہ نہایت وسیع ہوا اور اسلام کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔

ایک اہم واقعہ

ارض روم کے واقعات کے سلسلے میں ایک اہم واقعہ پیش آیا جس کو محدثین نے اپنی اسانید کے ساتھ درج کیا ہے، پہلے اس واقعہ کو نقل کیا جا رہا ہے، بعد میں اس کے کچھ فوائد بھی ناظرین کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔

ایک بار موسم سرما میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک سریہ مشہور صحابی حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ارض روم کی طرف روانہ کیا۔ جب یہ حضرات وہاں پہنچے تو اس موقع پر شدید سردی شروع ہو گئی جو ان کے لیے ناقابل برداشت تھی تو حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کو واپس ہونے کا حکم دیا اور واپس آ گئے۔

اس موقع پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ ان فوجیوں کو بغیر اجازت کے واپس کیوں لائے؟ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمان سنا ہوا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا (اس موقع پر وہاں قیام کرنا شفقت انسانی کے خلاف تھا اور سردی کی وجہ سے جان کی ہلاکت کا خوف تھا اس بنا پر ہم واپس آ گئے ہیں۔)

یہ جواب سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے جریر! یہ فرمان نبوی تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں میں نے یہ فرمان خود سنا ہے۔

اس واقعہ کو محدث حمیدی رحمہ اللہ مندرجہ ذیل عبارت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

---

[1] البدایہ ص ۱۳۳ ج ۸ تحت تذکرہ معاویہ رضی اللہ عنہ
تاریخ ابن عساکر (مخطوطہ) ص ۲۳۷ ج ۱۶ تحت ترجمہ معاویہ رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((ثنا عمرو بن دینار عن نافع بن جبیر قال استعمل معاویة بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ علی سریة فاصابھم برد شدید فاقفلھم جریر رضی اللہ عنہ فقال له معاویة رضی اللہ عنہ لم اقفلتھم قال جریر رضی اللہ عنہ انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من لا یرحم الناس لا یرحمه اللہ، فقال له معاویة رضی اللہ عنہ انت سمعت ھذا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال نعم))[1]

فائدہ

① حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے فوجی دستہ واپس لانے پر اس لیے گرفت کی تاکہ باقی فوجوں کے کمانڈر خلیفہ کی اجازت کے بغیر واپس ہونے کی جرأت نہ کرسکیں۔

② حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی گرفت کے جواب میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے جب حدیث نبوی پیش کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مواخذہ ترک کر دیا اور گرفت نہیں کی۔

③ نیز معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی پوری قدر دانی اور اطاعت کرتے تھے اور آنجناب کے فرمان کے سامنے سر تسلیم خم رکھتے تھے۔ مطلب یہ کہ فوجی معاملات اور جنگی امور میں بھی شرعی اصول اور اسلامی قواعد کا پورا پورا لحاظ رکھتے تھے۔ عام حکمرانوں کی طرح خود سری اور خود روی اختیار کرنے والے نہیں تھے۔

سلسلہ فتوحات

اسی طرح جنگی مہمات کا یہ طویل سلسلہ جاری رہا۔ موسم سرما اور موسم گرما میں جنگیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جاری رکھیں۔ بعض دفعہ بسر بن ارطاۃ کو ارض روم میں جہاد کے لیے بھیجا گیا۔ ۵۲ھ میں سفیان بن عوف ازدی بھی آپ کے ہمراہ تھے اور سفیان بن عوف کا ارض روم میں ہی انتقال ہوا۔ اور ان کے بعد عبداللہ بن مسعدہ فزاری کو لشکر کا امیر بنایا گیا۔[2]

اور بعض مورخین نے بسر بن ارطاۃ کا سفیان بن عوف ازدی کے ہمراہ ارض روم میں جہاد کرنا ۵۰ھ میں ذکر کیا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ۵۳ھ میں عبدالرحمٰن بن ام الحکم کو، ۵۴ھ میں محمد بن مالک کو، ۵۶ھ میں مسعود بن ابی مسعود کو، ۵۷ھ میں عبداللہ بن قیس کو، ۵۸ھ میں مالک بن عبداللہ بن سنان خثعمی کو، اور ۵۹ھ میں عمرو بن مرہ مہری کو صیفی وشتوی غزوات کے سلسلے میں بلاد روم کی طرف امیر جیش مقرر کر کے روانہ کیا جاتا رہا، اور انھوں نے اپنے اپنے ایام میں عظیم کارنامے سرانجام دیے۔[3]

---

[1] مسند الحمیدی ص ۳۵۲ ج ۲ تحت احادیث جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ طبع مجلس علمی۔

[2] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۵۸ ج ۸ تحت سنہ ۵۲ھ — تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۲۰۵ ج ۱ تحت سنہ ۵۲ھ

[3] تاریخ خلیفہ ابن خیاط تحت سنہ ۵۳ھ تا ۵۹ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل تاریخ اور محدثین کرام نے مالک بن عبداللہ بن سنان خثعمی کے متعلق مزید چیزیں بھی ذکر کی ہیں اور لکھا ہے کہ موسم گرما کے غزوات میں خاص طور پر ان کے کارنامے بڑے مشہور ہیں اور انھوں نے مدت دراز تک صیفی غزوات میں بطور امیر جیش حصہ لیا حتیٰ کہ آپ کو ''مالک الصوائف'' کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے۔[۱]

مختصر یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں بے شمار ملی کارنامے سرانجام دیے اور اسلام کے فروغ کا باعث ہوئے۔

بحری غزوات

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی غیر فانی مساعی

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جس طرح بری غزوات کا سلسلہ جاری تھا اسی طرح بحری غزوات کی مہم بھی جاری رہتی تھی۔ اہل تاریخ کے بیان کے مطابق عثمانی دور خلافت کے بعد ۴۴ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بسر بن ارطاۃ کو بحری غزوات کا امیر مقرر کیا اور انھوں نے اپنے فرائض نہایت مستعدی سے سرانجام دیے۔[۲]

اس کے بعد ۵۰-۵۱ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ نے اسلامی بحری افواج کی قیادت کی اور اس معاملہ میں پیہم کوششیں جاری رہیں جن سے بہتر نتائج برآمد ہوئے۔[۳]

ان ہی بحری فتوحات کی بنا پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اسلام میں اولین امیر البحر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

غزوہ قسطنطنیہ (مدینہ قیصر)

بلاد روم کے غزوات میں قسطنطنیہ پر اہل اسلام کا حملہ اور اس کو فتح کرنا تاریخ و سیر کی کتب میں مفصل طور پر پایا جاتا ہے۔ اسلامی فتوحات میں قسطنطنیہ کی فتح بڑی اہمیت کی حامل ہے اور کئی اہم واقعات کو متضمن

---

۱ تعجیل المنفعہ ص ۳۸۷ تحت حرف المیم
اسد الغابہ ص ۲۸۴ ج ۴ تحت مالک بن عبداللہ بن سنان رضی اللہ عنہ
الاصابہ (ابن حجر) ص ۳۲۷ ج ۳ تحت مالک بن عبداللہ

۲ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۲۷ ج ۸ تحت سنہ ۴۴ھ
تاریخ الکامل (ابن اثیر جزری) ص ۲۱۸-۲۱۹، ج ۳ تحت سنہ ۴۴ھ

۳ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۲۰۵ ج ۱ تحت سنہ ۵۱ھ
البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۴۵ ج ۸ تحت سنہ ۵۰ھ
تاریخ الکامل (ابن اثیر جزری) ص ۲۲۸ ج ۳ تحت سنہ ۵۰ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔

روایات پر نظر کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قسطنطنیہ پر اہل اسلام کی طرف سے متعدد بار حملے ہوئے اور اس کی فتح کے لیے بار بار کوششیں کی گئیں۔

مورخین ان غزوات کو ۴۹ھ، ۵۱ھ اور ۵۲ھ وغیرہ میں ذکر کیا کرتے ہیں۔

ان اقوال کی روشنی میں علماء فرمایا کرتے ہیں کہ قسطنطنیہ پر اہل اسلام کی طرف سے متعدد بار حملے ہوئے۔ اختلاف سنین کے سلسلے میں اس توجیہ کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

اور اس غزوہ کے متعلق بعض بشارات نبوی بھی ملتی ہیں۔ ان میں سے ایک بشارت الاصابہ لابن حجر عسقلانی میں عبداللہ بن بشر خثعمی سے بہ عبارت ذیل منقول ہے۔ اور نور الدین ہیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد جلد سادس باب فتح القسطنطنیہ میں اس بشارت کو اس طرح درج کیا ہے:

① ((قال الخثعمی عن ابیه انه سمع النبی ﷺ یقول لتفتحن القسطنطینیة ولنعم الامیر امیرها ونعم الجیش ذاك الجیش، قال فدعانی مسلمة بن عبدالملك فسألنی فحدثته بهذا الحدیث فغزا القسطنطینیة (قلت) القائل ذالك هو عبدالله بن بشر و رواه ابن السکن من هذا الوجه فقال بشر بن ربیعة الخثعمی))[1]

"یعنی عبداللہ بن بشر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد نے جناب نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ آنجناب نے فرمایا قسطنطنیہ یقیناً فتح ہوگا۔ اس کو فتح کرنے والا لشکر عمدہ اور اس کا امیر عمدہ امیر ہوگا...... الخ"

اس روایت کی روشنی میں قسطنطنیہ کی فتح کی اہمیت واضح طور پر پائی گئی اور اس کے جیش کی عظمت اور امیر جیش کی فضیلت عمدہ طریقہ سے ثابت ہوئی۔

② نیز اسی طرح بعض دیگر روایات میں ایک دوسری بشارت نبوی منقول ہے۔ اس میں جناب نبی کریم ﷺ نے مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) کے متعلق غزا اور جہاد کرنے والوں کے لیے مغفرت کا ارشاد فرمایا ہے:

((ثم قال النبی ﷺ: اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم))[2]

---

[1] الاصابہ (ابن حجر عسقلانی) ص ۱۶۱ ج ۱ تحت ۶۸۵ بشر الغنوی الخثعمی
مجمع الزوائد (ہیثمی) ص ۲۱۸، ۲۱۹ ج ۶ باب فتح القسطنطنیہ عن بشر الخثعمی بحوالہ احمد و بزار و طبرانی طبع اول مصر

[2] بخاری شریف ص ۴۱۰ ج ۱ کتاب الجہاد باب ما قیل فی قتال الروم
البدایہ (ابن کثیر) ص ۳۲ ج ۸ تحت سنہ ۴۹ھ
البدایہ (ابن کثیر) ص ۲۲۹ ج ۸ تحت ترجمہ یزید بن معاویہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یعنی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے پہلا لشکر جو مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر غزا اور جہاد کرے گا وہ مغفور ہے۔"

اس روایت کی تشریح میں اکابر علماء نے ذکر کیا ہے کہ یہ غزوہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں (علی اختلاف الاقوال) ۵۲ھ میں پیش آیا تھا اور اس غزوہ کا امیر جیش یزید بن معاویہ تھا۔ نیز فرماتے ہیں کہ بعض اکابر صحابہ کرام مذکورہ بشارت نبوی کے پیش نظر اس غزوہ میں شامل ہوئے تھے مثلاً عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر اور ابو ایوب انصاری وغیرہ رضی اللہ عنہم اور بعض علماء نے حضرت حسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی بھی اس غزوہ میں شرکت ذکر کی ہے۔[1]

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی بیماری اور وفات

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ غزوہ قسطنطنیہ میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے اور انھوں نے وصیت فرمائی کہ اگر میں یہاں فوت ہو جاؤں تو مجھے باب قسطنطنیہ کے پاس جہاں غازی لڑ رہے ہیں ان کے قدموں میں دفن کیا جائے۔[2]

چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا اسی غزوہ کے دوران میں انتقال ہو گیا۔ یزید بن معاویہ امیر جیش نے نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو قلعہ قسطنطنیہ کے دامن میں دفن کیا گیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اہل روم ان کے مزار مبارک کو محفوظ کیے ہوئے ہیں اور جب کبھی قحط سالی وغیرہ کے آثار پیدا ہوتے ہیں تو ان کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اسی چیز کو بہ عبارت ذیل نقل کیا ہے:

((وكانت غزوة يزيد المذكورة (غزوة قسطنطينية) فى سنة اثنتين وخمسين من الهجرة و فى تلك الغزاة مات ابوايوب الانصارى رضي الله عنه فاوصى ان يدفن عند باب القسطنطينية وان يعفى قبره ففعل به ذالك فيقال ان الروم صاروا بعد ذالك يستسقون به وفى الحديث ايضا الترغيب فى سكنى الشام))[3]

---

[1] البدایہ (ابن کثیر) ص ۳۲ ج ۸ تحت سنہ ۴۹ھ
البدایہ (ابن کثیر) ص ۱۵۱ ج ۸ تحت تذکرہ قصہ حسین ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما
مختصر تاریخ ابن عساکر (ابن بدران) ص ۳۱۱ ج ۴ تحت تذکرہ امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما

[2] مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۲۰ ج ۵ کتاب الجہاد
مستدرک حاکم ص ۴۸۵ ج ۳

[3] فتح الباری شرح بخاری ص ۸۷ ج ۶ تحت باب ما قیل فی قتال الروم۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناظرین کرام مندرجہ بالا مضمون مقامات ذیل میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں:

① طبقات ابن سعد ص ۴۹-۵۰ ج ۳ قسم ثانی تحت خالد بن زید بن کلیب ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

② مسند ابی عوانہ ص ۱۲ ج ۱ طبع حیدر آباد دکن

③ مختصر تاریخ ابن عساکر (ابن بدران) ص ۳۱۱ ج ۴ تحت تذکرہ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما

④ حسن المحاضرہ (سیوطی) ص ۱۰۰ ج ۱

ایک کرامت

اس مقام پر مشہور فقیہ شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''شرح السیر الکبیر'' میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا ایک عجیب واقعہ ذکر کیا ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے غزوہ قسطنطنیہ میں یزید بن معاویہ کی ماتحتی میں غزا اور جہاد کیا۔ اتفاقاً ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس موقع پر بیمار ہو گئے۔ یزید بن معاویہ ان کے پاس عیادت کے لیے آیا اور کہا کہ آپ کو کسی چیز کی ضرورت اور حاجت ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں! میری خواہش ہے کہ اگر میں یہاں فوت ہو جاؤں تو مجھے غسل دو اور پھر مجھے کفن دو اور اس کے بعد مجھے اٹھا لو حتیٰ کہ دشمن کے شہر کے قریب مجھے دفن کر دو...... چنانچہ ان کی وفات کے بعد ان لوگوں نے اسی طرح کیا اور رات کو وہاں جا کر قلعہ قسطنطنیہ کی دیوار کے دامن میں دفن کر دیا۔ پھر اس کے بعد حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر سے ایک روشنی آسمان کی طرف بلند ہوتی ہوئی نمودار ہوئی اور یہ منظر آس پاس کے کفار نے دیکھا۔ رات گزرنے کے بعد صبح کفار کی طرف سے آدمی آئے اور کہنے لگے کہ گزشتہ رات تم نے کس شخص کی میّت کو دفن کیا ہے؟ اہل اسلام نے جواب دیا کہ وہ ہمارے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تھے۔ پس اس منظر کو دیکھ کر اطراف کے کئی کافر مسلمان ہو گئے۔

ان لوگوں نے واقعہ ہذا سے یہ تاثر لیا کہ جس پیغمبر کے یہ پیروکار ہیں وہ نبی برحق ہیں اور ان کا مذہب صحیح ہے اور یہ دین صادق ہے۔

((فاتاه يزيدبن معاوية يعوده، فقال الك حاجة؟ قال نعم! اذا انا مت فاغسلوني وكفنوني ثم احملوني حتى تاتوا بلاد العدو۔ فيدفنوني۔ انهم فعلوا ذالك به ودفنوه ليلا فصعد نور من قبره الى السماء و راى ذالك من كان بالقرب من ذالك الموضع من المشركين۔ فجاء رسولهم من الغد فقال من كان هذا الميت فيكم فقالوا صاحب لنبينا فاسلموا بما رأوا))[1]

بخاری شریف کی عمیر بن اسود عنسی سے مرفوع روایت، جس میں فرمان نبوی ہے کہ اول جیش من

[1] کتاب شرح السیر الکبیر (شمس الائمہ سرخسی) ص ۱۵۷ ج ۱ باب الشہید وما یصنع بہ، طبع دکن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امتی یغزون مدینه قیصر مغفور لهم...... الخ کے متعلق اس دور کے بعض لوگوں نے بے جا نقد شروع کر دیا ہے اور روایت ہذا کی صحت سے انکار کے درپے ہوئے ہیں۔

ان کا قول ہے کہ عمیر بن اسود عنسی کے بغیر اس روایت کو کسی دوسرے راوی نے نقل نہیں کیا، لہٰذا ان کے قول کے مطابق یہ حدیث نبوی نہیں ہے بلکہ سند کے راویوں میں سے ایک راوی عمیر بن اسود کی وضع کردہ ہے اور آنحضور ﷺ نے اول جیش، اوجبوا، مدینه قیصر اور مغفور لهم کے الفاظ نہیں ذکر کیے۔

ان شبہات کے ازالہ کے لیے ذیل میں چند چیزیں مختصراً پیش کی جاتی ہیں:

① اہل فن کے نزدیک ایک مسلم قاعدہ ہے کہ اگر ایک روایت صرف ایک صحیح سند کے ساتھ ثابت ہو جائے اور وہ کسی نص قطعی، دیگر احادیث صحیحہ اور واقعات کے برخلاف بھی نہ ہو تو وہ محدثین کے نزدیک قابل قبول اور لائق تسلیم ہوگی۔

اسی قاعدہ کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ کی ''مدینہ قیصر'' والی روایت اگرچہ صرف ایک صحیح سند سے ثابت ہے تب بھی یہ روایت اہل فن کے نزدیک مقبول ہے اسے رد نہیں کیا جا سکتا۔

② دیگر یہ چیز ہے کہ مشہور محدث محی السنہ امام بغوی رحمہ اللہ نے اپنی معروف تصنیف ''شرح السنۃ'' میں بخاری کی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد یہ حکم لگایا ہے کہ ''وهذا حديث صحيح'' یعنی اہل فن کے نزدیک یہ حدیث نبوی صحیح ہے۔[1]

③ نیز یہ چیز بھی قابل توجہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی اس روایت کو امت کے بے شمار علمائے فن، محدثین اور مشہور مصنفین نے اپنی اپنی تصنیفات میں بغیر نقد و جرح کے قبول کیا ہے۔ کسی ایک محدث نے بھی اس پر جرح کر کے اس روایت کو رد نہیں کیا۔

یہ چیز اس روایت کی قبولیت پر قوی قرینہ ہے۔ اسی طرح متاخرین علماء مثلاً ابن تیمیہ، حافظ ذہبی اور حافظ ابن کثیر وغیرہ رحمہم اللہ نے بھی اس روایت کو صحیح تسلیم کر کے بغیر نقد و جرح کے نقل کیا ہے۔[2] گویا روایت کو تلقی امت حاصل ہے۔ سو بخاری کی اس روایت کو رد کرنا قواعد کے اعتبار سے ہرگز درست نہیں۔

اس کے برعکس آج کے دور میں بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ حدیث نبوی ہی نہیں اول جیش اوجبوا مغفور لهم وغیرہ الفاظ جناب نبی کریم ﷺ نے نہیں فرمائے بلکہ ایک راوی کا خود ساختہ قول ہے، سو فیصد

---

1. شرح السنہ (محی السنہ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی ۵۱۸ھ) ص ۳۱۲-۳۱۳ ج ۱۳ حدیث ۳۱-۳۷ طبع جدید

2. منہاج السنۃ (ابن تیمیہ) ص ۲۴۵ ج ۲
المنتقی (ذہبی) ص ۲۸۸
البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۳۲، ج ۸ تحت سنہ ۴۹ھ
البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۲۲۹ ج ۸ تحت ترجمہ یزید بن معاویہ، طبع اول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلط اور بے جا ادعا ہے اور اس کا عند العلماء کوئی وزن نہیں بلکہ ایک قول رسول کی بے جا توہین ہے۔

یہاں یہ چیز مزید ذکر کی جاتی ہے کہ معترض لوگوں نے روایت ہذا کو ایک راوی (عمیر بن اسود عنسی یا بقول بعض عمرو بن اسود عنسی) کا خود ساختہ قول کہا ہے۔ حالانکہ علمائے رجال و تراجم کے نزدیک یہ شخص تابعی اور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں اور متعدد صحابہ کرام (حضرت عمر، عبادہ بن صامت، ابودرداء، ام حرام اور معاویہ بن ابی سفیان وغیرہ رضی اللہ عنہم) سے روایات کے براہِ راست ناقل ہیں۔ اور ان پر علمائے فن نے کوئی خاص جرح و تنقید ذکر نہیں کی بلکہ انھیں معتمد علیہ قرار دیا ہے۔[1] فلہٰذا اس شخص کو ''روایت ہذا کا وضع کرنے والا'' قرار دینا نہایت دریدہ دہنی ہے، راوی پر بہتان عظیم ہے اور اس کے ساتھ سخت ناانصافی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

نیز ان لوگوں نے روایت ہذا پر نقد و جرح کرتے ہوئے یہ چیز بھی ذکر کی ہے کہ عمرو بن اسود عنسی اور عمیر بن اسود عنسی کے دو الگ الگ اشخاص ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے اور علمائے رجال اس راوی کا حدود اربعہ پوری طرح مشخص نہیں کر سکے۔

مطلب یہ ہے کہ واضح نہیں ہو سکا کہ عمرو بن اسود اور عمیر بن اسود دو الگ الگ شخصیتیں ہیں یا ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں؟

ہمارے قارئین اس اشتباہ کے ازالہ کے لیے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی تصنیفات تقریب التہذیب اور تہذیب التہذیب کی طرف رجوع فرمائیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اپنی دونوں تصنیفات مذکورہ بالا میں یہ چیز واضح کر دی ہے کہ عمرو بن اسود عنسی اور عمیر بن اسود عنسی ایک ہی شخصیت ہے جس کو بعض دفعہ عمرو بن اسود اور بعض دفعہ عمیر بن اسود (تصغیر کے ساتھ) ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ دو الگ الگ شخصیتیں نہیں ہیں۔ ملاحظہ ہو: تقریب التہذیب (ابن حجر عسقلانی) تحت عمرو بن اسود عنسی، اور تہذیب التہذیب (ابن حجر عسقلانی) تحت عمیر بن اسود عنسی

④ نیز ان ناقدین نے روایت میں ''اول جیش'' کے الفاظ پر سخت اعتراض کیا ہے، اور کہتے ہیں کہ غزوہ قسطنطنیہ کے جس جیش میں یزید بن معاویہ امیر تھا، وہ اول جیش نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ الفاظ واقعہ کے

---

[1] کتاب الجرح والتعدیل (ابن ابی حاتم رازی) ص ۲۷۵ ج ۳ قسم اول

تاریخ کبیر (امام بخاریؒ) ص ۳۱۵ ج ۳ قسم ثانی

تاریخ الثقات (حافظ احمد بن عبداللہ عجلی) ص ۳۶۲ تحت عمرو بن الاسود العنسی

تقریب التہذیب (عسقلانی) ص ۳۸۸ تحت عمرو بن الاسود عنسی طبع لکھنؤ

تہذیب التہذیب (عسقلانی) ص ۴ ج ۸ تحت عمرو بن الاسود العنسی، طبع دکن۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتبار سے درست نہیں ہیں۔

تو اس کے متعلق اتنی وضاحت درکار ہے کہ مورخین کے اقوال کے مطابق اہل اسلام کے جیوش نے بلاد روم کے اس علاقہ پر متعدد بار حملے کیے تھے۔ ان میں سے ایک حملے کے متعلق یہ الفاظ وارد ہیں۔ گویا کہ اولیت حقیقی مراد نہیں بلکہ اضافی اولیت مراد ہے یعنی یہ غزوہ مدینہ قیصر کے لحاظ سے پہلا حملہ تھا۔ اس علاقہ میں دیگر پیش قدمیوں کے لحاظ سے اول جیش نہیں تھا۔

⑤ نیز معترض لوگوں نے اس روایت کا انکار اس بنا پر کیا ہے کہ اس غزوہ میں امیر لشکر یزید بن معاویہ تھا اور معترض لوگ یزید کو مغفور لھم میں داخل قرار دینے میں بڑی مشکلات محسوس کرتے ہیں۔ فلہٰذا انھوں نے صحت روایت کا ہی انکار کر دیا ہے۔ مثل مشہور ہے ''نہ رہے بانس نہ بجے بانسری''

معترض لوگوں کا روایت ہذا کی صحت سے انکار کرنے کا یہ طریقہ غلط ہے۔ دیگر محدثین نے روایت ہذا کی صحت تسلیم کرتے ہوئے جو تشریحات ذکر کی ہیں وہ درست ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اس جیش کے غازیوں کے متعلق "مغفور لھم" کی جو بشارت دی گئی ہے وہ اپنی جگہ صحیح ہے اگر ان میں یزید بن معاویہ بھی داخل ہو تو وہ بھی اس بشارت کا مستحق ہے مگر اس کے ساتھ محدثین کرام رحمہم اللہ نے ایک وضاحت ذکر کر دی ہے، اسے کیوں نہیں پڑھتے؟

((قوله ﷺ مغفور لهم مشروط بان يكونوا من اهل المغفرة حتى لو ارتد واحد ممن غزاها بعد ذالك لم يدخل فى ذالك العموم اتفاقا۔ فدل على ان المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فيه منهم))[1]

''یعنی جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد "مغفور لھم" اس بات کے ساتھ مشروط ہے کہ اس غزوہ کے غازی اہل مغفرت میں سے ہوں (یعنی مغفرت کے لائق ہوں) حتیٰ کہ بالفرض اگر کوئی شخص ان غازیوں میں سے ہو اور اس کے بعد وہ اسلام سے پھر جائے تو وہ شخص اس عموم (مغفرت) میں داخل نہ ہوگا۔''

مطلب یہ ہے کہ یزید بن معاویہ سے اس غزوہ کے بعد ایسے افعال اور امور سرزد ہوئے ہوں جن کی وجہ سے وہ مستحق مغفرت نہ رہا تو وہ اس عموم (مغفرت) سے خارج ہوگا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو معاف دے دیں گے اور اگر چاہیں گے تو گرفت فرمائیں گے جیسے کہ دیگر اہل معاصی کے حق میں قاعدہ ہے۔

پس اس حدیث شریف کی تشریح میں جو کچھ علماء نے نقل کیا ہے اور یزید بن معاویہ کے متعلق مغفور

1. فتح الباری شرح بخاری ص ۷۸ ج ۶ تحت حاشیہ باب ما قیل فی قتال الروم۔
عمدۃ القاری شرح بخاری (عینی) ص ۱۹۹ ج ۱۴ تحت باب ما قیل فی قتال الروم۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے یا مغفور نہ ہونے کی تشریح ذکر کر دی ہے وہ کافی ہے اور صحیح ہے۔ فلہٰذا انکار روایت کی راہ اختیار کرنا قطعاً درست نہیں۔

روایت ہذا کی مزید وضاحت کے لیے اہل علم مندرجہ ذیل مقامات کی طرف رجوع فرما کر تسلی کر سکتے ہیں:

① شرح الابواب والتراجم للبخاری از شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تحت الروایہ

② حواشی لامع الدراری از شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ ص ۴۸۵-۴۸۶ ج ۲ طبع ہند

مختصر یہ ہے کہ غزوہ قسطنطنیہ بلاد روم کے غزوات میں سے ایک تاریخی اہمیت کا حامل ہے جس کی تفصیلات تاریخی کتب میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اس غزوہ کا کچھ مختصر اور اجمالی حال ہم نے سطور بالا میں بیان کر دیا ہے قابل توجہ یہاں یہ چیز ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ قیصر وغیرہ کے متعلق جو بشارتیں بیان فرمائی ہوئی تھیں وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں اور ان کے عہد میں پوری ہوئیں۔ یہ ان کی بہت بڑی خوش نصیبی ہے ان کی خوش بختی کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟

فتح روڈس

مورخین نے لکھا ہے کہ ۵۳ھ میں بحری غزوات کے سلسلے میں جزیرہ روڈس کو فتح کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس وقت بحری افواج کے امیر جنادہ بن ابی امیہ ازدی رضی اللہ عنہ تھے۔ جنادہ بن ابی امیہ ازدی رضی اللہ عنہ وہ بزرگ شخصیت ہیں جن سے بہت سی احادیث نبویہ منقول ہیں۔ حضرات شیخین اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے ان کی ملاقات ہوتی رہی، اور آپ کا انتقال اہل تراجم نے ۸۰ھ میں ذکر کیا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فرمان کے تحت اسلامی افواج نے جنادہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں جزیرہ روڈس بڑی جدوجہد کے بعد فتح کیا اور وہاں آپ نے مسلمانوں کی ایک جماعت کو مستقل طور پر آباد کیا۔ ان کے ساتھ کفار کا سخت تقابل اور تعارض رہتا تھا۔ مسلمان سمندر میں ان کی طرف پیش قدمی کرتے تھے اور ان کے راستوں کو منقطع کرتے اور ان کی کشتیوں کو اپنی تحویل میں لے لیتے تھے اس وجہ سے کفار پر ان مسلمانوں کا جزیرہ میں قیام نہایت گراں تھا۔ تاہم مسلمان ان سنگین حالات میں بھی نہایت استقامت سے وہاں مقیم تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جزیرہ کے ان مقیمین کے لیے بہت کچھ وظائف اور عطایا ارسال فرماتے رہتے تھے کیونکہ یہ مسلمان وہاں مخالفین کی طرف سے شدید خطرات میں گھرے ہوئے تھے۔[1]

اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ جزیرہ روڈس قریباً ساٹھ میل طویل ایک سرسبز و شاداب جزیرہ تھا اس میں

[1] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۶۱ ج ۸ تحت سنہ ۵۳ھ
تاریخ الکامل (ابن اثیر جزری) ص ۲۴۴ ج ۳ تحت سنہ ۵۳ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کثرت سے درخت اور باغات تھے، زیتون انگور اور دیگر فواکہ کثرت سے پیدا ہوتے تھے اور پانی نہایت شیریں تھا۔[1]

۵۴ھ کے تحت مورخین ذکر کرتے ہیں کہ قسطنطنیہ کے نزدیک جزیرہ ارواد تھا اسے مسلمانوں نے فتح کیا۔ ان کے امیر جنادہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے ساتھ ان کارگزاریوں میں مجاہد بن جبر بھی شریک تھے۔ جب یہ جزیرہ فتح ہو چکا تو مسلمانوں نے بطور نوآبادی کے وہاں پر سات سال تک اقامت اختیار کی۔[2]

۵۶ھ میں بھی جنادہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ نے ارض روم میں جہاد جاری رکھا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ سمندر میں جہاد کرنے والے یزید بن شجرہ اور خشکی میں جہاد کرنے والے عیاض بن حارث تھے۔[3] اس مقام پر کبار مورخین نے اور اہل تراجم نے یہ چیز بھی ذکر کی ہے کہ یزید بن شجرہ رہاوی رضی اللہ عنہ ایک مقتدر صحابی ہیں اور انھوں نے شام میں سکونت اختیار کر رکھی تھی رومیوں کے مقابلہ میں بحری غزوات میں ان کی نمایاں جنگی خدمات پائی جاتی ہیں۔ اور اس سلسلے میں ۵۸ھ میں امیر جیش کی حیثیت سے رومیوں کے خلاف ایک بحری جہاد میں اقدام کیا۔ فریق مقابل کے ساتھ سخت مقاتلہ پیش آیا اور اسی غزوہ میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رومیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

((قتل هو واصحابه فی البحر سنة ثمان و خمیسن فی خلافة معاوية بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما))[4]

((واستشهد ببلاد الروم وهو امیر علی جیش سنة ثمان و خمیسن یزید بن شجرة الرهاوی هذا من ساکنی الشام))[5]

((وفیها غزا یزید بن شجرة الرهاوی فاصیب هو واصحابه))[6]

اور ۵۸ھ میں بھی ارض روم میں جہاد جاری رہا۔ عمرو بن یزید جہنی کی نگرانی میں بحری غزوات ہوئے اور بقول بعض جنادہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ امیر البحر تھے۔[7]

۵۹ھ میں بھی بقول بعض مورخین سمندر میں جہاد جاری رہا اور جنادہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ اس کے نگران اعلیٰ

---

[1] فتوح البلدان (بلاذری) ص ۲۴۴ تحت فتح جزائر فی البحر
[2] تاریخ الکامل (ابن اثیر جزری) ص ۲۴۶ ج ۳ تحت غزوۃ الروم و فتح جزیرہ ارواد
[3] تاریخ الکامل (ابن اثیر جزری) ص ۲۴۹ ج ۳ تحت سنہ ۵۶ھ
[4] طبقات ابن سعد ص ۱۵۶ ج ۷ قسم ثانی تحت یزید بن شجرہ الرہاوی رضی اللہ عنہ
[5] تاریخ ابن عساکر (مخطوط) ص ۲۹۸ ج ۱۸ تحت یزید بن شجرہ
[6] تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۲۱۴ ج ا تحت ۵۸ھ
[7] تاریخ الکامل (ابن اثیر جزری) ص ۲۵۴ ج ۳ تحت سنہ ۵۸ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔[۱]

جنادہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے ابن عبدالبر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بحری غزوات کے سلسلے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور سے لے کر یزید بن امیر معاویہ کے دور تک جنادہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ نے بڑی جانفشانی سے کام کیا۔ مگر درمیان میں فتنہ کے دور (حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین مشاجرات کے ایام میں) علیحدگی اختیار کیے رکھی۔ اور پھر ۵۹ھ کے شتوی بحری غزوات میں بھی شامل رہے اور اپنے فرائض منصبی بطریق احسن سرانجام دیے۔ بقول مورخین جنادہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ۸۰ھ میں ملک شام میں ہوا۔[۲]

قلعہ کمخ کی فتح

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران میں اہل اسلام نے بلاد روم میں کئی قلعے فتح کیے ان میں سے قلعہ کمخ کی فتح بہت اہمیت کی حامل ہے۔

اس موقع پر اسلامی فوج میں ایک بزرگ عمیر بن حباب سلمی نہایت جرأت مند فوجی جوان تھے۔ وہ بڑی عقلمندی سے اقدام کرتے ہوئے قلعہ کمخ کی فصیل پر چڑھ گئے اور مخالفین کے خلاف تنہا مقابلہ کرتے رہے حتیٰ کہ انھوں نے رومیوں کو اپنے مقام سے ہٹا ڈالا۔ اس کے بعد باقی فوج بھی قلعہ ہذا میں داخل ہو گئی۔ یہ تمام مہم عمیر سلمی کے ذریعے سے پوری ہوئی۔ عمیر اس کارنامے پر فخر کیا کرتے تھے اور ان کا یہ کارنامہ واقعی قابل افتخار ہے۔

چنانچہ اس واقعہ کو ابن اثیر جزری رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف میں یہ عبارت ذیل نقل کیا ہے:

((وفیه (سنه ۵۹ھ) غز المسلمون حصن کمخ و معهم عمیر بن الحباب السلمی۔ فصعدِ السور و لم یزل یقاتل علیه وحده حتی کشف الروم فصعد المسلمون ففتحه بعمیر و بذالك كان یفتخر و یفخر له بذالك)) [۳]

دیگر قلعوں کی فتوحات

بلاد روم میں اہل اسلام نے متعدد قلعہ جات فتح کیے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان

---

۱ تاریخ الکامل (ابن اثیر جزری) ص ۲۵۶ ج ۳ تحت سنہ ۵۹ھ

۲ الاستیعاب مع الاصابہ ص ۲۴۴ - ۲۴۵ ج ا تحت جنادہ بن ابی امیہ الازدی رضی اللہ عنہ
البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۹۴ ج ۸ تحت سنہ ۵۹ھ
تجرید اسماء الصحابہ ص ۹۵ ج ا تحت جنادہ بن ابی امیہ الازدی رضی اللہ عنہ

۳ تاریخ الکامل (ابن اثیر جزری) ص ۲۵۹ ج ۳ تحت سنہ ۵۹ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے ایک قلعہ ''ساسمہ'' کی فتح بھی مورخین نے ذکر کی ہے۔

چنانچہ عطیہ بن قیس کلابی رحمہ اللہ ایک بزرگ تھے جو اس لشکر اسلامی میں قاری تھے ان کے ساتھ اسماعیل بن عبداللہ بھی اس منصب پر تھے۔ آپ اس قلعہ کو فتح کرنے والے غازیوں میں خود شامل تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بلاد روم میں جہاد کیا اور میں اسپ سواروں (گھڑ سواروں) میں شامل تھا۔ اس موقع پر عبیدہ بن قیس عقیلی ہمارے دستہ فوج پر امیر تھے۔ اس وقت ہمارے دستہ کی تعداد چالیس افراد سے زیادہ تھی۔ ہم نے اس قلعہ پر حملہ کیا اور اسے فتح کر لیا۔ پھر اس کے بعد عطیہ مذکور کہتے ہیں کہ اس فتح میں ہمیں دوسو دینار فی کس بطور نفل (غنیمت) ملے تھے۔

اسی طرح یہاں ایک اور قلعہ کے فتح ہونے کا بھی مورخین نے ذکر کیا ہے۔ اس کو المدن یا المدین کہتے تھے۔ یہ خلیج قسطنطنیہ کے پاس تھا۔ ابن عساکر رحمہ اللہ نے ان فتوحات کی زیادہ تفصیل ذکر کی ہے:

((حدثنا سعید (بن عبدالرحمن) عن عطیة بن قیس الكلابی قال غزوت فی خلافة معاویة رضی اللہ عنہ بارض الروم قال: فخرجت فی سریة و نحن بضعة و اربعون رجلا۔ علینا عبیدة بن قیس العقیلی فاغرنا علی فلانة۔ حصنا سماه سعید فانسیتها۔ قال وكنت فارسا فبلغ نفلی مائتی دینار))[1]

بلاد افریقہ کی فتوحات

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جہاں دیگر ممالک کی فتوحات کی طرف پوری توجہ تھی۔ وہاں آپ کی جانب سے بلاد افریقہ میں پیش قدمی کے بھی خاص اقدامات کیے گئے۔ بلاد افریقہ وغیرہ کی فتوحات کی تفصیلات بے شمار ہیں ان تمام واقعات کا ذکر کرنا موجب طوالت ہوگا۔ ذیل میں صرف چند ایک فتوحات بطور نمونہ ذکر کی جاتی ہیں:

رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی مساعی

افریقہ کے علاقہ میں فتوحات کے سلسلے میں جن حضرات کی مساعی قابل ذکر ہیں ان میں سے ایک مشہور صحابی حضرت رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ ہیں یہ فتح مصر میں شریک جہاد ہوئے اور بعد میں وہیں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ ان کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ایک افریقی علاقہ میں جہاد کے لیے امیر جیش بنا کر بھیجا۔ انھوں نے اس علاقہ میں نہایت جانفشانی سے جہاد کیا اور بالآخر ان کی کوششوں سے بقول بعض مورخین ۴۶ھ میں طرابلس فتح ہوا۔

---

[1] کتاب المعرفہ والتاریخ ص ۳۹۸-۳۹۹ ج ۲ تحت عطیہ بن قیس الکلابی
تاریخ ابن عساکر (مخطوطہ) ص ۶۸۶ ج ۱۱ تحت عطیہ بن قیس الکلابی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلادمغرب کی فتوحات میں ان کے اور کئی کارہائے نمایاں بھی ذکر کیے جاتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ مصر کے دوسرے عامل مسلمہ بن مخلد انصاری رضی اللہ عنہ کی طرف سے برقہ (افریقہ) کے والی اور امیر تھے اور ۵۶ھ میں وہیں آپ کا انتقال ہوا۔

① ((صحابی جلیل شهد فتح مصر وله آثار جیدة فی فتح بلاد المغرب ومات ببرقة والیا من جهة مسلمة بن مخلد رضی اللہ عنہ نائب مصر))[1]

② ((وامره معاویة رضی اللہ عنہ علی طرابلس سنة ۴۶ھ فغزا افریقة توفی ببرقة وهو امیر علیها...... الخ))[2]

عقبہ بن نافع رحمہ اللہ کے کارنامے

مورخین ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی عقبہ بن نافع فہری رحمہ اللہ کو بلاد افریقہ کی فتوحات کے لیے امیر اور والی بنا کر روانہ کیا گیا۔ عقبہ بن نافع رحمہ اللہ کے متعلق محدثین لکھتے ہیں کہ صحیح قول یہ ہے کہ آپ صحابی نہیں تھے لیکن بہت باصلاحیت اور لائق شخصیت تھے۔ انھوں نے بلاد افریقہ کی فتوحات میں بہترین کارنامے سرانجام دیے اور اس علاقہ میں بلاد سوڈان کے کئی اہم مقامات فتح کیے اور ودان اور برقہ وغیرہ بھی اسلامی سلطنت کے زیرنگیں کیے۔

بقول بعض مورخین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بلاد افریقہ کی طرف روانگی کے وقت دس ہزار مجاہدین کا ایک لشکر ان کی امارت کے تحت روانہ کیا تھا۔[3]

نیز ان کی فتوحات کا دائرہ یہاں تک وسیع ہوا کہ بلاد بربر تک پہنچے اور ان کو فتح کر کے ان پر اسلام کا پرچم بلند کیا۔ چنانچہ ابن اثیر رحمہ اللہ نے اسد الغابہ میں بالفاظ ذیل اس کی وضاحت کی ہے:

((وافتتح فی سنة ثلاث واربعین مواضع من بلاد السودان وافتتح ودان وهی من حیز برقة من بلاد افریقیة وافتتح عامة بلاد البربر))[4]

---

[1] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۶۱ ج ۸ تحت سنہ ۵۳ھ

[2] تہذیب التہذیب (ابن حجر) ص ۲۹۹ ج ۳ تحت رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ
تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۹۳ ج ا تحت سنہ ۴۷ھ

[3] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۲۱۷ ج ۸ تحت ترجمہ عقبہ بن نافع فہری رحمہ اللہ

[4] اسد الغابہ (ابن اثیر) ص ۴۲۰ ج ۳ تحت عقبہ بن نافع فہری
تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۹۰ ج ا تحت سنہ ۴۳ھ
تاریخ ابن عساکر (مخطوطہ) ص ۱۹-۲۰ ج ۱۱ تحت تذکرہ عقبہ بن نافع فہری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیروان کی آبادکاری میں ایک اہم واقعہ

اسی علاقہ کی فتوحات کے سلسلے میں ایک خاص واقعہ شہر قیروان کی آبادکاری کے موقع پر پیش آیا بیشتر مورخین نے اس واقعہ کو اپنی اپنی عبارات میں مفصلاً و مختصراً ذکر کیا ہے۔

۵۰ھ-۵۱ھ میں صورت حال یہ پیش آئی کہ عقبہ بن نافع رحمہ اللہ اور ان کے ساتھی (جن میں بقول مورخین اٹھارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے) بلاد افریقہ کے ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں گھنے جنگلات تھے اور ان میں بیشتر درندوں اور سانپوں وغیرہ کی جائے رہائش تھی۔ اس خطرناک مقام کو ان حضرات نے آباد کرنے کا فیصلہ کیا تو اس کی صورت یہ اختیار کی کہ عقبہ بن نافع فہری تابعیؒ جو مستجاب الدعوات بزرگ تھے انھوں نے اس مقام پر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی شروع کی: یا اللہ! ان حیوانات کو اس مقام سے دور فرما دے اور ہم مسلمانوں کو یہاں آباد ہونے کی توفیق عطا فرما۔ جبکہ عقبہ رحمہ اللہ کے ساتھی آمین کہہ رہے تھے۔

دعا کے بعد عقبہ بن نافع رحمہ اللہ نے اس وادی کے ایک مقام پر کھڑے ہو کر زوردار آواز میں کہنا شروع کیا: اے درندو! اے سانپو! یہاں سے رخصت ہو جاؤ اور نکل جاؤ، ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور خادم ہیں ہم یہاں مقیم ہونا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد ہم جس کو اس مقام پر پائیں گے اس کو قتل کر دیں گے۔

اس اعلان کے بعد لوگوں نے ایک عجیب منظر دیکھا جو قابل دید تھا۔ وہ اس طرح کہ اس گھنے جنگل سے حیوانات اور درندے نکلنے شروع ہو گئے حتیٰ کہ انھوں نے اپنے بچے اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوئے تھے اور اپنی اولادوں کو ساتھ لیے نکلے جا رہے تھے اور لوگ اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

جب وہ مقام ان درندوں اور وحشی حیوانات اور ایذا دینے والی اشیاء سے خالی ہو گیا تو اس وادی میں عقبہ بن نافع رحمہ اللہ اترے اور لوگوں کو حکم دیا کہ ان گھنے درختوں کو کاٹ دو اور یہاں شہر کی آبادی قائم کرو۔ اس آبادی کا نام قیروان مشہور ہوا۔ وہاں کے باشندوں نے بعد میں چالیس برس تک یہاں کوئی بچھو یا کوئی درندہ حیوان نہیں پایا۔

تنبیہ

واقعہ مذکورہ بالا کی سب سے زیادہ تفصیلات ابن عذاری مراکشی رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف ''البیان المُغرِب فی اخبار المُغرِب'' میں تحت سنہ ۵۱ھ ذکر کی ہیں۔ اس کی تمام عبارت نقل کرنے میں بہت تطویل ہے اس بنا پر ہم اس واقعہ کے متعلق البدایہ والنہایہ کی عبارت نقل کرتے ہیں جس میں واقعہ کا اختصار آ گیا ہے:

((وفیها (سنة ۵۰هـ) افتتح عقبة بن نافع الفهری عن امر معاویة بلاد افریقیة، واختط القیروان، وکان غیضة تاوی الیها السباع والوحوش و الحیات العظام، فدعا الله تعالیٰ فلم یبق فیها شیء من ذالك حتی ان السباع صارت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخرج منها تحمل اولادها، والحيات يخرجن من اجحارهن هوارب فاسلم خلق كثير من البربر فبنى فى مكانها القيروان))[1]

قیروان میں مسجد کا تعین

نیز مورخین نے اس مقام پر یہ چیز بھی ذکر کی ہے کہ جب حضرت عقبہ بن نافع رحمہ اللہ نے قیروان کو آباد کرنا چاہا تو وہاں کے لیے ایک مسجد کی ضرورت محسوس کی۔ وہ کون سی جگہ پر ہو، آپ مسجد کے لیے مقام تعین کرنے میں متفکر تھے۔ اسی دوران میں آپ خواب دیکھتے ہیں کہ ایک شخص وہاں ایک مقام پر اذان دے رہا ہے جب آپ خواب سے بیدار ہوئے تو اذان دہندہ کے اس اذان دینے کے مقام کو مئذنہ (اذان کی جگہ) مقرر کیا اور باقی مقام کو مسجد کے لیے مختص کر دیا۔

چنانچہ بلاذری نے اس کو بالفاظ ذیل نقل کیا ہے:

((وحدثنى جماعة من اهل افريقية عن اشياخهم ان عقبة بن نافع الفهرى لما اراد تمصير القيروان فكر فى موضع المسجد منه فراى فى منامه كان رجلا اذن فى الموضع الذى جعل فيه مئذنته فلما اصبح بنى المنابر فى موقف الرجل ثم بنى المسجد))[2]

معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کی کوششیں

قدیم مورخ خلیفہ ابن خیاط نے جہاں بلاد افریقہ کی اور کئی فتوحات ذکر کی ہیں وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مقتدر صحابی معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے افریقہ کے علاقہ میں غزا اور جہاد کیا۔

اسی دوران میں جب وہ مجاہدین کے ہمراہ ایک پہاڑ پر پہنچے تو وہاں انھیں شدید بارش کا سامنا ہوا۔ بارش

---

1. البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۴۵ ج ۸ تحت سنہ ۵۰ھ، ص ۲۱۷ ج ۸ تحت عقبہ بن نافع فہری۔
البیان المغرب فی اخبار المغرب (ابن عذاری مراکشی) ص ۱۴-۱۵ ج ۱ تحت سنہ ۵۱ھ
فتوح البلدان (بلاذری) ص ۲۳۶ تحت فتح افریقہ
تاریخ ابن عساکر (مخطوطہ) ص ۲۰۷-۲۱۷ ج ۱۱ تحت تذکرہ عقبہ بن نافع فہری
اسد الغابہ (ابن اثیر) ص ۴۲۱ ج ۳ تحت ترجمہ عقبہ بن نافع فہری
کتاب البلدان (یعقوبی شیعی) ص ۱۰۰
تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۹۵ ج ۱ تحت سنہ ۵۰ھ
2. فتوح البلدان (بلاذری) ص ۲۳۸ تحت فتح افریقیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتنی کثیر ہوئی کہ بعد میں اس پہاڑ کا نام جبل المطور مشہور ہو گیا۔[1] افریقی پہاڑی علاقہ میں بارشوں کا یہ سماں اس صحابی معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کی کرامت کا ایک منظر تھا۔

اور بلاذری نے اپنی مشہور تصنیف فتوح البلدان میں یہ چیز بھی ذکر کی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کے فرمان سے معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ نے (جو ان کے ایک سپہ سالار تھے) ایک سرسبز و شاداب سمندری جزیرہ صقلیہ کی طرف بھی پیش قدمی کی۔ جزیرہ صقلیہ پر اسلامی لشکر کا حضرت معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت یہ پہلا حملہ تھا۔

((قالوا غزا معاوية بن خديج الكندى رضی اللہ عنہ ايام معاويه بن ابى سفيان رضی اللہ عنہما صقلية وكان اول من غزاها ولم تزل تغزى بعد ذالك)) [2]

اسی طرح مورخین معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کی مساعی سے علاقہ جلولا کی فتح کا تذکرہ کرتے ہیں۔

فتح جلولا

جلولا قیروان سے چوبیس میل دور افریقہ کا ایک مشہور شہر ہے یہ علاقہ نہایت سرسبز و شاداب ہے یہاں مختلف انواع واقسام کے پھل، دریا، چشمے باغات اور خوشبودار درخت کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بلاد افریقہ کی فتوحات کے امیر بعض دفعہ معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے تو انھوں نے اپنے ایک سپہ سالار عبدالملک بن مروان کو جلولا فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ اسلامی لشکر کی کوشش سے یہ شہر بالآخر فتح ہو گیا اور مسلمانوں کو کثیر غنائم حاصل ہوئے۔ یاقوت حموی نے اپنی تصنیف معجم البلدان میں لکھا ہے کہ:

((فانصرف عبدالملك بن مروان الى معاوية بن خديج رضی اللہ عنہ بالخبر، فاجلب الناس الغنيمة، فكان نكل رجل من المسلمين مائتا درهم وحظ الفارس اربعمائة درهم)) [3]

"مطلب یہ ہے کہ عبدالملک بن مروان فتح کی خوشخبری لے کر معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور حالات بیان کیے۔ اس موقع پر لوگوں نے بہت سے غنائم حاصل کیے چنانچہ ہر ایک مجاہد کو دو سو درہم حاصل ہوا اور گھڑ سوار کو چار سو درہم فی کس حصہ میں ملا۔"

واقعہ ہذا کی تصدیق کے لیے قدیم مورخ خلیفہ ابن خیاط کی تاریخ ملاحظہ فرمائیں۔[4]

---

[1] تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۹۲ ج ۱ تحت سنہ ۴۵ھ

[2] فتوح البلدان (بلاذری) ص ۲۴۴ تحت فتح جزائر فی البحر۔

[3] معجم البلدان (یاقوت حموی) ص ۱۵۶ ج ۶ تحت جلولاء

[4] تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۹۶ ج ۱ تحت سنہ ۵۰ھ فتح جلولاء المغرب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور علماء نے لکھا ہے کہ بلاد غرب افریقہ وغیرہ میں معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بہت سے غزوات کیے اور کئی بار جہاد کیا اور اسلام کے فروغ کے لیے بڑی کوششیں کیں۔ ان علاقوں میں معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کے کارنامے بڑے مشہور ہیں۔ ابن حجر رحمہ اللہ ذکر کرتے ہیں کہ

((وولی الامرة علی غزو المغرب مرارا آخرھا سنة خمسين))[1]

''مطلب یہ ہے کہ معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ دیار مغرب میں غزوات کے کئی بار امیر بنائے گئے اور آخری بار ۵۰ھ تک آپ امیر جیش تھے۔''

اس کے بعد آپ مصر کی طرف واپس ہوئے اور مصر میں ہی ۵۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

حسان بن نعمان رحمہ اللہ کی خدمات

دیار مغرب کی فتوحات کے سلسلے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل دمشق میں سے ایک بزرگ حسان بن نعمان غسانی رحمہ اللہ کو بھی بعض مواقع پر افریقہ کی طرف جہاد کے لیے بھیجا۔ انھوں نے اس علاقے میں نہایت عمدہ خدمات سرانجام دیں اور آپ کی کوشش سے بربر کے علاقہ میں اہل بربر نے صلح کر لی اور حسان بن نعمان رحمہ اللہ نے ان پر خراج عائد کر دیا۔ اس کے بعد آپ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس علاقہ کا والی مقرر کر دیا گیا اور آپ وہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۶۰ھ تک والی اور امیر رہے۔

((وفيها وجه معاويه بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ حسان بن النعمان الغسانی الی افريقية۔ فصالحه من يليه من البربر۔ و وضع عليها الخراج۔ فلم يزل عليها حتی مات معاوية))[2]

((كان غزاء و ولی فتوحا بالمغرب ووفد علی معاوية۔ وكانت له بدمشق دار))[3]

فتح قرطاجنہ (افریقہ)

بعض مورخین کے بیان کے مطابق ۵۹ھ میں ایک بزرگ دینار ابومہاجر نے دیار مغرب میں غزا اور جہاد کیا۔ جب یہ مجاہدین ساحل افریقہ کے قریب ایک قدیم شہر قرطاجنہ میں پہنچے تو مخالفین اسلام سے سخت

---

۱ تہذیب التہذیب (ابن حجر) ص ۲۰۴ ج ۱۰ تحت معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ
البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۶۱ ج ۸ تحت معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ

۲ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۲۱۳ ج ۱ تحت سنہ ۵۷ھ
تاریخ ابن عساکر (مخطوطہ) ص ۳۹۵ ج ۴ تحت حسان بن نعمان بحوالہ خیاط
معجم البلدان (حموی) ص ۶۱ ج ۵ قسم ثانی تحت تونس الغرب

۳ تاریخ ابن عساکر (مخطوطہ) ص ۳۹۵ ج ۴ تحت حسان بن نعمان۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقاتلہ ہوا۔ فریقین کے کثیر تعداد میں لوگ مقتول اور مجروح ہوئے۔ قتال کے دوران میں رات کو مسلمان مجاہدین افریقہ کے ایک نہایت عمدہ شہر تونس کی جانب ایک پہاڑ پر اکٹھے ہوئے اور صبح کو پھر مخالفین سے قتال شروع کر دیا۔ اس صورت حال میں فریق مقابل نے اس چیز پر صلح کر لی کہ وہ مسلمانوں کے لیے جزیرہ خالی کر دیں گے۔

اس کے بعد ان مجاہدین اسلام نے افریقہ کی سرحد پر ایک شہر میلہ کو فتح کیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بلاد غرب کے ان غزوات کے سلسلے میں مجاہدین نے وہاں قریباً دو سال تک اقامت اختیار کی۔ چنانچہ خلیفہ ابن خیاط رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

((وفیها (سنة ۵۹هـ) غزا دینار ابو المهاجر فنزل علی قرطاجنة۔ فالتقوا فکثر القتل والجراح فی الفریقین وحجز اللیل بینهم وانحاز المسلمون من لیلتهم فنزلوا جبلا فی قبلة تونس ثم عاودوهم القتال۔ فصالحوهم علی ان یخلوا لهم الجزیره۔ وافتتح میلة وکانت اقامته فی هذه الغزاة نحوا من سنتین))[1]

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں خراج و جزیہ کی آمدنی کا اجمالی تذکرہ

قواعد اسلامی کی رو سے حکومت کے لیے آمدنی کے بہت سے ذرائع اور وسائل ہوتے ہیں۔ ان میں عشر ایک مستقل آمدنی کا ذریعہ ہے جو عشری زمینوں سے حسب قواعد شرعی وصول کیا جاتا ہے۔ اسی طرح خراج بھی ایک کثیر آمد کا ذریعہ ہے اور اس کے متعدد طریقے ہیں۔ ایک تو زمین کی آمدنی سے حاصل کیا جاتا ہے اور دوسرا اہل الذمہ کے افراد سے فی کس کے حساب سے وصول کیا جاتا ہے۔ اس کو جزیہ کہتے ہیں اور یہ بھی خراج کے صیغہ میں ہی شمار کیا جاتا ہے۔

((والخراج ما یخرج من غلة الارض او الغلام ثم سمی ما یاخذ السلطان خراجا۔ فیقال ادی فلان خراج ارضه وادی اهل الذمة خراج رءوسهم یعنی الجزیة...... الخ))[2]

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بے شمار ممالک مفتوح ہو چکے تھے اور ہر ایک ملک کی آمدنی بصورت خراج و جزیہ وغیرہ کثیر مقدار میں اسلامی بیت المال میں جمع ہوتی تھی اس کی تمام تر تفصیلات کا احاطہ ضبط میں لانا ایک مشکل امر ہے تاہم بطور نمونہ بعض ممالک کی آمدنی کے متعلق چند ایک حوالہ جات پیش کیے

---

[1] تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۲۱۵ ج ۱ تحت سنہ ۵۹ھ

[2] المغرب ص ۱۵۳-۱۵۴ تحت الخاء مع الراء (طبع دکن)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتے ہیں۔

بیت المال کی اس آمدنی سے تمام ملکی مصارف پورے کیے جاتے، اسلامی حکومت کی معاشی و صنعتی ترقی اسی سے وابستہ تھی اور دین اسلام کے فروغ میں اسے صرف کیا جاتا تھا۔

دمشق

دمشق کے علاقے کی آمد خراج و جزیہ کے متعلق اہل تاریخ نے ذکر کیا ہے کہ وہ چار لاکھ دینار تھی۔ فوجی اخراجات، حکام کے مشاہرات، مؤذنین، قضاۃ اور فقہاء وغیرہ کے مصارف ادا کرنے کے بعد خالص آمدنی مذکورہ بالا تعداد میں ہوتی تھی۔

مورخین لکھتے ہیں کہ یہ چیز اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیت المال کی کثیر آمدنی تھی اور اس میں عظیم برکت پائی جاتی تھی۔

((وذكر ابوبكر احمد بن يحيى بن جابر البلاذرى عن المدائنى ان وظيفة دمشق التى وظفها معاوية رضي الله عنه اربع مائة الف دينار۔ وهذا بعد صرف ما لا بد من صرفه فى ديوان الجند والولاة وارزاق الفقهاء والمؤذنين والقضاة۔ وهذا يدل على كثرة دخلها وعظم البركة فى مستغلها))[1]

عراق

مورخ بلاذری نے ذکر کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ عبداللہ بن دراج کو عراق کے خراج کا والی مقرر فرمایا۔ انھوں نے مختلف زمینوں سے خراج حاصل کیا جس کی مقدار پچاس لاکھ درہم تک پہنچی۔

((فلما ولى معاوية بن ابى سفيان رضي الله عنهما ولى عبدالله بن دراج مولاه خراج العراق واستخرج له من الارضين بالبطائح ما بلغت غلته خمسة الاف الف))[2]

مصر

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں متعدد حضرات آں موصوف کی طرف سے مصر میں خراج کے والی رہے ہیں ان میں مشہور صحابی حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بھی ہیں انھیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مصر کے

---

۱ تاریخ ابن عساکر ص ۲۳۹ ج ۱ (بہ تحقیق صلاح الدین المنجد) تحت باب ما نقل عن اہل المعرفہ فی ان البرکہ فیہا مضعفہ، طبع اول دمشق

۲ کتاب فتوح البلدان (بلاذری) ص ۳۰۱ تحت امر البطائح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاقے میں والی بنا کر بھیجا تھا اور یہ وصولی خراج کے ذمہ دار تھے اور نماز کے انتظامات بھی ان کے ہی سپرد تھے۔

((وامره بعد ذالك على مصر وقال ابوعمر الكندى جمع له معاوية رضي الله عنه فى امر مصر بين الخراج والصلاة))[1]

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فتح مصر کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی وہاں کے حاکم اور والی رہے ہیں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے دور ولایت میں مصر کے علاقے کے خراج اور زمین کی آمدنی مورخین نے نوے لاکھ دینار ذکر کی ہے۔

((ولما وليها (عمرو بن العاص رضي الله عنه) فى ايام معاويه جباها تسعة الاف الف دينار))[2]

مقریزی نے اپنی تصنیف الخطط میں ذکر کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے باقی مصارف پورے کرنے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں فاضل آمدنی چھ لاکھ دینار ارسال کی۔

((بعث الى معاوية رضي الله عنه بستمائة الف دينار فضل))[3]

شیعی مورخ یعقوبی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں علاقہ مصر سے خراج اور جزیہ کی مقدار پچاس لاکھ دینار ذکر کی ہے۔

((فبلغ خراج الارض فى ايام معاوية مع جزية رءوس الرجال خمسة الاف الف دينار))[4]

نیز شیعی مورخ یعقوبی نے اپنی تاریخ یعقوبی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مختلف ممالک مفتوحہ سے خراج اور جزیہ کی آمدن کی تفصیلات ذکر کی ہیں۔ ناظرین کرام کو اگر اس سلسلے میں مزید تفصیلات مطلوب ہوں تو تاریخ یعقوبی شیعی ص ۲۳۳-۲۳۴ ج ۲ طبع بیروت تحت حالات خلافت معاویہ ملاحظہ فرمائیں۔

اختتامی کلمات (برائے فصل دوم)

فتوحات کے سلسلے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے یہ چند ایک واقعات اختصاراً ناظرین

---

[1] الاصابہ ص ۴۸۲ ج ۲ تحت ۵۶۰۳، عقبہ بن عامر جہنی مع الاستیعاب

[2] معجم البلدان (یاقوت حموی) ص ۱۴۱ ج ۱۸ تحت ذکر مصر۔

[3] الخطط (مقریزی) ص ۷۹ ج ۱ تحت ذکر ما عملہ المسلمون عند فتح مصر فی الخراج

[4] کتاب البلدان (یعقوبی شیعی) ص ۹۳ طبع عراق۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی خدمت میں پیش کیے ہیں۔ اس دور کے تمام غزوات اور سب فتوحات کا تفصیلاً تذکرہ کرنا بہت مشکل کام ہے۔ فتوحات کے مذکورہ بالا بیان سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اشاعت اسلام اور فروغ دین کے لیے ان کی مساعی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

ان تمام مفتوحہ ممالک اور علاقہ جات میں دینی تعلیم کا انتظام، احکام شرعی کی ترویج، صوم وصلوٰۃ کی پابندی کے علاوہ عمومی تعلیم کے فروغ کی کوششیں اور پبلک کی معاشی ضروریات کے انتظامات کیے جاتے تھے۔ حالانکہ ان کے عہد میں اسلامی حکومت کا حلقہ نہایت وسیع تھا۔

کبار مورخین کے قول کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسلامی سلطنت کی حدود سمرقند و بخارا سے لے کر اقصائے مغرب میں قیروان تک اور یمن سے لے کر قسطنطنیہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کے علاوہ ملک حجاز، شام، مصر، عراق، الجزیرہ، آرمینیہ، روم، فارس، خراسان، ماوراء النہر وغیرہ یہ تمام ممالک اور علاقے اسلامی حکومت کے ماتحت تھے۔

چنانچہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف دول الاسلام میں بہ عبارت ذیل نقل کیا ہے اور قبل ازیں یہ حوالہ ہم نے مسئلہ اقربا نوازی ص ۱۴۸ پر ذکر کیا ہے:

((صار ملك الدنيا تحت حكمه من حدود بخارا الى القيروان من المغرب ومن اقصى اليمن الى حدود قسطنطينية واقليم الحجاز واليمن والشام ومصر والمغرب والعراق والجزيرة و آرمينية والروم و فارس والخراسان والجبال وماوراء النهر))[1]

اسی سلسلے میں تاریخ بلدہ دمشق میں ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ترجمہ کے تحت ان کے عہد کی وسعت اور کارگزاری کا ایک اجمالی خاکہ مندرجہ ذیل عبارت میں ذکر کیا ہے:

((ففتح الله به الفتوح ويغزو الروم ويقسم الفيئ والغنيمة ويقيم حدود الله والله لا يضيع اجر من احسن عملا)) [2]

''یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے بے شمار ممالک فتح کیے۔ ملک روم (جو اس دور کا عظیم ملک تھا) ان کے سبب سے مفتوح ہوا۔ (ان ممالک میں حضرت موصوف مال فے اور اموال غنائم کو مستحقین میں تقسیم کرتے تھے اور حدود اللہ کو جاری کرتے تھے۔ اللہ کریم کسی شخص کے نیک عمل کے اجر وثواب کو ضائع نہیں کرتا پس ان کو اپنے ان اعمال کے عوض یقیناً اجر ملے گا۔''

---

۱ کتاب دول الاسلام (ذہبی) ص ۲۸ ج ۱ تحت سنہ ۶۰ ھ طبع دائرۃ المعارف دکن۔

۲ تاریخ بلدہ دمشق (ابن عساکر) (مخطوطہ) عکسی ص ۶۷۴ ج ۱۶ تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلب یہ ہے کہ ان تمام ممالک کے علاقہ جات میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مساعی سے دین کو فروغ اور اسلام کو غلبہ حاصل ہوا اور لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کا صحیح نقشہ قائم ہو گیا۔

اسلام کے احیا اور بقا کی ان ہمہ گیر کوششوں کو نظر انداز کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو ایک جابر، ظالم، طماع، متغلب فرماں روا کی شکل میں پیش کرنا نہایت ناانصافی ہے اور گروہی تعصب کا مظاہرہ ہے۔ جبکہ کبار مورخین صاف طور پر تحریر کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اسلامی احکام نافذ تھے اور حدود اللہ کا اجرا کیا جاتا تھا اور مال فے اور غنائم کی تقسیم حسب قواعد شرعی ہوتی تھی۔ ابن عساکر وغیرہ کے بیانات اس بات پر شاہد ہیں جنھیں آپ نے ملاحظہ کر لیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عہدہ داروں کا ایک اجمالی خاکہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کثیر ممالک کی فتوحات کے ساتھ ساتھ ان مقامات کے انتظامی امور کا بھی ایک عملی نظم قائم کیا جاتا تھا، جیسا کہ سابق خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں یہ کام جاری رہا ہے۔

① مثلاً ہر ایک علاقے کے لیے والی اور حاکم مقرر کیے جاتے اور فوجی افسر و سپہ سالار ان کے ماتحت ہوتے تھے۔

② محکمہ قضا کا پورا اہتمام تھا عوام و خواص کے تنازعات کے فیصلہ جات کے لیے قاضیوں کا تقرر کیا جاتا تھا۔

③ تعلیم و افتا کا اہتمام، عام اہل اسلام کے لیے معلّمین حسب ضرورت متعین کیے جاتے تھے اور مفتیوں اور فقہاء کے لیے الگ منصب تھا۔ ان کے ذریعے سے دینی تعلیم عام کی جاتی تھی۔

④ نیز انشاء اور مراسلہ نگاری کے طریقے رائج کیے گئے اور دیوان خاتم قائم کر کے سرکاری خطوط و مراسلات پر مہر لگانے کا طریقہ رائج کیا گیا۔

⑤ صیغہ فوج، محکمہ پولیس اور حفاظتی دستوں کا ایک الگ نظم قائم کیا گیا۔

⑥ اور ہر سال حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں انتظامات کے لیے امیر حج کی ضرورت ہوتی تھی آپ امیر حج خود مقرر کرتے تھے۔

فصل ہذا میں ان عنوانات کو بقدر ضرورت بیان کیا جاتا ہے۔

① ولاۃ و حکام

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اسلامی حکومت کی حدود نہایت وسیع تھیں اور بے شمار ممالک ان کے زیر تحویل تھے اس بنا پر ان کے والی اور حکام کی تعداد بے شمار تھی اور ہر علاقہ کے لیے ایک الگ حاکم کی ضرورت پڑتی تھی پھر اس کے لیے لاتعداد ولاۃ مقرر کیے جاتے تھے۔ اس صورت حال کی بنا پر صحیح طور پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولاۃ و حکام کی تعداد تحریر کرنا نہایت مشکل امر ہے تاہم مشاہیر امرا اور معروف حکام کا ذکر کرنا مفید خیال کیا ہے۔ فلہٰذا ان کا اجمالی تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس طریقہ سے حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ملی خدمات اور دینی کارناموں کا ایک نقشہ سامنے آسکے گا:

(۱) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر کے حاکم تھے۔ جناب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مشہور صحابی اور بڑے عقلمند اور شجاع تھے۔ اپنی معاملہ فہمی اور دانشمندی کی بنا پر ان کا عرب کے سیاست دانوں میں ایک مقتدر مقام تھا۔ عہد نبوی میں جیوش (لشکروں) کے امیر رہے اور کئی علاقوں کے عامل اور والی بنائے گئے پھر شیخین رضی اللہ عنہما کے عہد میں ان کی فتوحات اور کارنامے مسلم ہیں۔

مصر ان کی مساعی جمیلہ سے فتح ہوا۔ فاروقی دور میں امیر مصر رہے اور خلافت عثمانی میں بھی کچھ مدت امیر مصر رہے اور پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مصر کے حاکم بنائے گئے اور ۳۸ھ سے ۴۳ھ تک مصر کے والی رہے۔ صحیح قول کے مطابق ۴۳ھ میں مصر میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اہم مشیر اور اعلیٰ درجے کے حاکم تھے۔[1]

(۲) اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (جو بڑے پایہ کے صحابی ہیں) آں موصوف کی طرف سے کوفہ کے والی بنائے گئے اور پھر اپنے انتقال تک (جو اکثریت کے نزدیک ۵۰ھ میں ہوا تھا) کوفہ کے والی اور حاکم رہے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ عمرہ حدیبیہ سے قبل اسلام لائے تھے اور ''بیعت رضوان'' میں شمولیت کی سعادت ان کو نصیب ہوئی۔ جمل و صفین کے معرکوں سے الگ رہے لیکن بعد میں جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ متفقہ خلیفہ تجویز ہو گئے تو ان سے بیعت کر لی اور پھر ان کی طرف سے کوفہ پر والی اور حاکم رہے۔[2]

(۳) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ جو ایک مشہور صحابی ہیں بصرہ کے والی اور قاضی رہے ہیں۔ آپ کی بصرہ کی ولایت کے دوران میں ایک عجیب عدالتی مرحلہ پیش آیا جسے علماء نے ذکر کیا ہے وہ اس طرح ہے کہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عنین (نامرد) کا تنازع پیش ہوا تو آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس مسئلہ کی حقیقت حال تحریر کر کے طریق فیصلہ طلب کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فقیہ تھے آپ نے عجیب صورت پیش کی۔

---

[1] الاصابہ (ابن حجر) ص ۳۰۲ ج ۳ تحت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ
البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۲۶ ج ۸ تحت سنہ ۴۳ھ

[2] الاصابہ (ابن حجر) ص ۴۳۲ ج ۳ تحت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ
البدایہ (ابن کثیر) ص ۴۸ ج ۸ تحت سنہ ۵۰ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ آپ بیت المال کی طرف سے لونڈی خرید کر اس شخص کے ساتھ شب باشی کا موقع فراہم کریں۔ اس کے بعد اس لونڈی سے اس شخص کا حال دریافت کریں۔ چنانچہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے اس کے مطابق عمل کیا۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے لونڈی سے اس شخص کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا:

((فقالت لم یصنع شیئا۔ فقال خل سبیلها یا محصحص))

''یعنی اس شخص نے میرے ساتھ کچھ معاملہ نہیں کیا۔ اس پر حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کہ اس زوجہ کو (جس کی طرف سے دعویٰ تھا) چھوڑ دے اور ترک کر دے۔''[۱]

یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کے ولاۃ اور حکام کو جب کوئی مشکل امر یا مسئلہ پیش آتا تھا تو وہ آپ کی طرف رجوع کر کے راہنمائی حاصل کرتے اور اس کی روشنی میں فیصلہ کرتے تھے۔ نیز یہاں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عالی فکری اور دانشمندی کا ثبوت ملتا ہے۔

(۴) عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ معروف صحابی ہیں اور بہت سی احادیث کے راوی ہیں۔ اپنے دور کے عمدہ قاری اور فقیہ تھے اور قرآن مجید کے جمع کرنے والوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ بہت سی اسلامی فتوحات خصوصاً فتح دمشق میں شریک و شامل ہوئے اور ۴۷ھ میں بحری غزوات میں ان کی خدمات قابل قدر ہیں۔ نیز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کی طرف سے مصر کے حاکم اور والی رہے۔ پھر ۵۷ھ میں ان کا انتقال ہوا۔[۲]

(۵) مالک بن ہبیرہ بن خالد رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، ابوسعید ان کی کنیت ہے۔ یہ فتح مصر میں شامل تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو حمص کے علاقہ پر ۵۶ھ میں امیر اور حاکم مقرر فرمایا۔ آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کئی اسلامی لشکروں کے امیر رہے ہیں۔

((کان امیرا لمعاویة علی الجیوش))[۳]

(۶) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے معاونین میں سے ایک مشہور صحابی حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ ہیں آپ

---

۱ غریب الحدیث (ابن قتیبہ) ص ۳۰۱ ج ۴ تحت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ
الفائق (زمخشری) ص ۳۴ ج ا تحت محصحص، طبع دکن

۲ الاصابہ (ابن حجر) ص ۴۸۲ ج ۲ تحت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ
اسد الغابہ ص ۴۱۷ ج ۳ تحت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
تاریخ اسلام (ذہبی) ص ۳۰۶ ج ۲ تحت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

۳ اسد الغابہ ص ۲۹۶ ج ۴ تحت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ
الاصابہ (ابن حجر) ص ۳۳۷ ج ۳ تحت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ
تجرید اسماء الصحابہ (ذہبی) ص ۵۳ ج ۲ تحت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آں موصوف کی طرف سے متعدد مقامات پر والی بنائے جاتے بلاد روم کے غزوات پر ان کو آمادہ کر کے روانہ کیا جاتا تھا پھر اس سلسلے میں ان کو غلبہ حاصل ہوتا اور کارہائے نمایاں سرانجام دیتے۔ آخر عمر میں آپ کو آرمینیہ کا والی اور حاکم مقرر کیا گیا جہاں ان کا ۴۲ھ میں انتقال ہوا۔

((وكان معاوية رضي الله عنه يغزيه الروم فيكون له فيهم نكاية واثر ثم وجهه الى ارمينيه واليا عليها فمات بها سنة اثنين واربعين))[1]

(۷) ایک شخص جناب ابو ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں یہ کئی غزوات میں شامل ہوئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد ولایت میں ان کو الجزیرہ پر عامل اور والی بنایا گیا اور انھوں نے ملک شام میں سکونت اختیار کی۔

((وذكر خليفة ان معاوية رضي الله عنه استعمله على الجزيرة))[2]

(۸) ایک بزرگ شرحبیل بن سمط کندی ہیں انھوں نے جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دور پایا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حمص کے علاقے پر متعدد برس والی رہے اور ان کا انتقال بھی حمص میں ہی ہوا، اور یہ اسپ سواروں میں سے تھے۔

((امير حمص لمعاوية رضي الله عنه و كان من فرسانه))[3]

(۹) ایک صاحب نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما ہیں ان کا صغار صحابہ میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کوفہ کے والی رہے پھر کچھ مدت کے بعد ان کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے معزول کر دیا۔ یہ ملک شام چلے گئے۔ بعد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو حمص کا والی اور حاکم مقرر فرمایا۔[4]

((لما عزل معاوية رضي الله عنه النعمان بن بشير رضي الله عنهما عن الكوفة ولاه حمص))[5]

(۱۰) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ولاۃ اور حکام میں عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ جو بنی عبد شمس میں سے مشہور شخصیت ہیں اور ان کا شمار صغار صحابہ میں ہوتا ہے، عام طور پر بصرہ اور اس کے مضافات پر حاکم رہے اور اس علاقہ میں خوارج کی شورشوں اور بغاوتوں کو فرو کرنے میں ان کی مساعی قابل ذکر ہیں۔ مشرقی ممالک

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۳۰ ج ۷ قسم ثانی تحت حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ
اسد الغابہ ص ۳۷۵ ج ۱ تحت حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ

[2] الاصابہ مع الاستیعاب ص ۲۰۰ ج ۴ تحت الہا (ابو ہاشم)

[3] الاستیعاب مع الاصابہ ص ۱۴۰ ج ۲ تحت شرحبیل بن سمط
الاصابہ (ابن حجر) ص ۱۴۲ ج ۲ تحت شرحبیل بن سمط کندی
تجرید اسماء الصحابہ ص ۲۷۴ ج ۱ تحت شرحبیل بن سمط

[4] طبقات ابن سعد ص ۳۵ ج ۶ تحت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما

[5] اسد الغابہ ص ۲۳ ج ۵ تحت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(سجستان، خراسان وغیرہ) میں انھوں نے فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا اور وہاں اسلام کے فروغ کے لیے بے شمار کوششیں کیں۔

((و قد فتح الله علی یدی عبدالله فتوحا عظیمه))[1]

(۱۱) عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے اور پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بصرہ کے حاکم عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں بڑی فتوحات کیں۔ خصوصاً سجستان اور خراسان اور کابل وغیرہ علاقوں پر والی اور حاکم رہے۔ پھر انھوں نے بصرہ میں اقامت اختیار کر لی۔ ان کا ایک سکونتی مکان دمشق میں بھی تھا ۵۰ھ میں آپ نے بصرہ میں انتقال فرمایا۔[2]

(۱۲) مسلمہ بن مخلد انصاری رضی اللہ عنہ صحابی ہیں عام الہجرت میں ان کی ولادت ہوئی۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کا سماع ان کے لیے ثابت ہے فتح مصر میں یہ حاضر تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اسلامی لشکروں پر امیر تھے۔ ان کا انتقال ۶۲ھ میں ہوا،[3] اور ان کو بعض دفعہ مصر کا والی بنایا گیا۔[4]

اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور دیگر اکابر حضرات مختلف علاقوں پر والی، حاکم اور امیر متعین تھے اور ان میں سے متعدد حضرات مختلف مواقع پر امیر جیش اور فوج کے سپہ سالار بھی رہے ہیں۔

تفصیلات سے اجتناب کی خاطر ذیل میں ہم چند ایک حضرات کے صرف اسماء ذکر کر دینا مناسب خیال کرتے ہیں مثلاً:

جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ	مصقلہ بن ہبیرہ رحمہ اللہ
فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ	راشد بن عمرو جدیدی رحمہ اللہ
معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ	عبداللہ بن سوار عبدی رحمہ اللہ
رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ	سنان بن سلمہ بن محبق ہذلی رحمہ اللہ
یزید بن شجرہ رہاوی رضی اللہ عنہ	منذر بن جارود رحمہ اللہ

---

۱ تاریخ اسلام (ذہبی) ص ۳۰۰ ج ۲ تحت ترجمہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ
البدایہ والنہایہ ص ۸۸ ج ۸ تحت ترجمہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ

۲ تاریخ اسلام (ذہبی) ص ۲۳۱ ج ۲ تحت ترجمہ عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ
البدایہ والنہایہ ص ۴۷ ج ۸ تحت ۵۰ھ

۳ البدایہ والنہایہ، ص ۲۱۷ ج ۸ تحت سنہ ۶۲ھ
تجرید اسماء الصحابہ ص ۸۳ ج ۲ تحت مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ

۴ انساب الاشراف (بلاذری) ص ۱۳۷ جز رابع قسم اول تحت ترجمہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیس بن الہیثم سلمی رحمہ اللہ	خالد بن عرفطہ ازدی رضی اللہ عنہ
عبداللہ بن خازم سلمی رحمہ اللہ	عبداللہ بن عوف بن احمر رحمہ اللہ
حارث بن عبداللہ ازدی رحمہ اللہ	معقل بن قیس رضی اللہ عنہ
حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ	شبث بن ربعی رحمہ اللہ
ربیع بن زیاد حارثی رضی اللہ عنہ	مہلب بن ابی صفرہ رحمہ اللہ
سعید بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	قتیبہ بن مسلم رحمہ اللہ
ضحاک بن قیس رحمہ اللہ (امیر پولیس)	قثم بن عباس ہاشمی رضی اللہ عنہ
سعید بن عاص اموی رضی اللہ عنہ	مجاہد بن جبر رحمہ اللہ
عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہما	ایاز بن حارث رحمہ اللہ
ابوحکیم مالک بن عبداللہ رحمہ اللہ	عمرو بن یزید جہنی رحمہ اللہ
عبداللہ بن مسعدہ فزاری رضی اللہ عنہ	عمیر بن حباب سلمی رحمہ اللہ
سفیان بن عوف ازدی رحمہ اللہ	عبیدہ بن قیس عقیلی رحمہ اللہ
عبداللہ بن قیس رحمہ اللہ	عقبہ بن نافع فہری رحمہ اللہ
مالک بن عبداللہ بن سنان خثعمی رحمہ اللہ	حسان بن نعمان غسانی رحمہ اللہ
عمر بن مرہ مہری رحمہ اللہ	دینار ابومہاجر رحمہ اللہ
جنادہ بن ابی امیہ ازدی رضی اللہ عنہ	عطیہ بن قیس کلابی رحمہ اللہ (قاری)
کثیر بن شہاب رحمہ اللہ	اسماعیل بن عبداللہ رحمہ اللہ (قاری)
عمر بن سعید رضی اللہ عنہ (انصاری)	

(۲-۳) قضاۃ، فقہاء اور معلّمین

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جس طرح مختلف علاقوں میں ولاۃ، حکام اور امراء کا تقرر کیا جاتا تھا اسی طرح ان علاقوں میں قاضیوں اور مفتیوں کو بھی متعین کیا جاتا تھا اور یہ سلسلہ بہت وسیع تھا۔ ذیل میں چند ایک قضاۃ فقہاء اور معلّمین کا ذکر اختصاراً بطور تمثیل کیا جاتا ہے تاکہ یہاں سے اس دور کی دینی وملّی خدمات اور اشاعت اسلام کے لیے مساعی کا اندازہ ہو سکے۔

① مشہور صحابی عبادہ بن صامت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ نے ملک شام میں سکونت اختیار کی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فلسطین کے قاضی تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((و ولی فلسطین وسکن الشام))[1]

② عمران بن حصین رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قاضی بصرہ تھے۔

③ حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ علاقہ شام میں حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے حاکم مقرر تھے پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو قاضی دمشق مقرر فرمایا۔[2]

۴۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ (جو ایک مشہور صحابی ہیں) کو حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ کے بعد قضائے دمشق کا منصب عطا کیا گیا۔

((وولاہ معاویۃ قضاء دمشق بعد ابی درداء رضی اللہ عنہ))[3]

⑤ ((ثم مات فضالۃ فولی ابا ادریس الخولانی...... الخ))[4]

''یعنی فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابو ادریس خولانی رحمہ اللہ کو اس منصب پر متعین فرمایا۔''

⑥ اکابر مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عمیرہ بن یثربی ضبی، عمران بن حصین، عاصم بن فضالہ لیثی، شریح، زرارہ بن اوفی خرشی اور عبدالرحمٰن بن اذینہ اپنے اپنے وقت میں بصرہ کے علاقہ میں قاضی متعین تھے۔[5]

⑫ تا ⑬۔ اور علماء فرماتے ہیں کہ کوفہ کے علاقہ میں مشہور قاضی شریح بن حارث کندی رحمہ اللہ متعین تھے اور نیز مسروق بن اجدع رحمہ اللہ بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کوفہ کے قاضی رہے ہیں[6] جبکہ قاضی شریح رحمہ اللہ بصرہ چلے گئے تھے۔

⑭ مدینہ طیبہ میں زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے قاضی مقرر تھے جیسا کہ وہ حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی طرف سے بھی مدینہ کے قاضی اور مفتی مقرر تھے۔[7]

⑮ عبداللہ بن حارث بن نوفل ہاشمی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ طیبہ کے قاضی تھے۔[8]

---

۱ تاریخ اسلام (ذہبی) ص ۱۱۸ ج ۲ تحت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ

۲ طبقات ابن سعد ص ۱۱۷-۱۱۸ ج ۷ قسم ثانی تحت ابی درداء عویمر بن زید بن قیس رضی اللہ عنہ
الاصابہ (ابن حجر) ص ۴۶ ج ۳ تحت عویمر ابی درداء رضی اللہ عنہ

۳ اسد الغابہ ص ۱۸۲ ج ۴ تحت فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ

۴ البدایہ (ابن کثیر) ص ۱۴۵ ج ۸ تحت فصل کان علی قضاء معاویہ رضی اللہ عنہ الخ

۵ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۲۱۷ ج ۱ تحت القضاۃ فی خلافۃ معاویہ رضی اللہ عنہ

۶ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۲۱۷ ج ۱ تحت القضاۃ فی خلافۃ معاویہ رضی اللہ عنہ

۷ طبقات ابن سعد ص ۱۱۶ ج ۲ قسم ثانی تحت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ (طبع لیڈن)

۸ طبقات ابن سعد ص ۱۳ ج ۵ تحت عبداللہ بن حارث بن نوفل (طبع لیڈن)
اسد الغابہ ص ۲۶۹ ج ۳ تحت عبداللہ بن حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مدینہ طیبہ میں مندرجہ ذیل حضرات بھی اپنے اپنے وقت میں قاضی رہے ہیں۔

(۱۶) ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف

(۱۷) مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف

(۱۸) ابن زبعہ عامری وغیرہ

اسی طرح قاضیوں کا یہ سلسلہ بہت پھیلا ہوا تھا اور ہر علاقے اور مقام کے لیے الگ الگ قاضی مقرر کیے جاتے تھے۔ ان کا احاطہ کرنا دشوار کام ہے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ:

((وكان لكل ولاية قاض خاص))

شیعہ کی طرف سے تائید

گزشتہ سطور میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران میں بعض قضاۃ اور فقہاء کا اختصاراً ذکر کیا گیا ہے۔ اس دور کے تمام فقہاء کے اسماء شمار کر لینا دشوار امر ہے۔ اب ہم ذیل میں شیعہ احباب کی مشہور تاریخ یعقوبی سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فقہاء کے اسماء نقل کرتے ہیں جو مورخ یعقوبی شیعی نے ذکر کیے ہیں۔ مسئلہ ہذا کی تائید کے طور پر فریق مخالف کی طرف سے یہ بیان نقل کیا جاتا ہے۔[1]

۱۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما	۲۔ عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما
۳۔ مسور بن مخرمہ زہری رحمہ اللہ	۴۔ سائب بن یزید رحمہ اللہ
۵۔ عبدالرحمٰن بن حاطب رحمہ اللہ	۶۔ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث رحمہ اللہ
۷۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ	۸۔ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ
۹۔ عطاء بن یسار رحمہ اللہ	۱۰۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ
۱۱۔ عبیدہ بن قیس سلمانی رحمہ اللہ	۱۲۔ ربیع بن خثیم ثوری رحمہ اللہ
۱۳۔ زر بن حبیش رحمہ اللہ	۱۴۔ حارث بن قیس جعفی رحمہ اللہ
۱۵۔ عمرو بن عتبہ بن فرقد رحمہ اللہ	۱۶۔ الاحنف بن قیس رحمہ اللہ
۱۷۔ حارث بن عمیر زبیدی رحمہ اللہ	۱۸۔ سوید بن غفلہ جعفی رحمہ اللہ
۱۹۔ عمرو بن میمون اودی رحمہ اللہ	۲۰۔ عطرف بن عبداللہ بن شخیر رحمہ اللہ
۲۱۔ شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ	۲۲۔ عمرو بن شرحبیل رحمہ اللہ

[1] تاریخ یعقوبی ص ۲۴۰-۲۴۱ ج ۲ تحت وفاۃ الحسن بن علی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۳۔عبداللہ بن یزید خطمی رحمہ اللہ ۲۴۔حارث الاعور ہمدانی رحمہ اللہ

۲۵۔مسروق بن اجدع رحمہ اللہ ۲۶۔علقمہ بن قیس نخعی رحمہ اللہ

۲۷۔شریح بن حارث کندی رحمہ اللہ ۲۸۔زید بن وہب ہمدانی رحمہ اللہ

اہم تنبیہ

گزشتہ صفحات میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے عہدہ داروں کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا ہے جو بہت سے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بیشتر مشاہیر تابعین پر مشتمل ہے۔ ان تمام حضرات نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عملی تعاون کیا اور امور خلافت کی انجام دہی میں عملاً تائید وتصدیق کی۔ ان اکابرین امت کا یہ عملی تعاون اس بات پر قوی شاہد ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ برحق خلیفۃ المسلمین تھے، جائر غاصب اور ظالم حکمران اور متغلب فرمانروا نہیں تھے۔ اور اس عہد میں شرعی قانون نافذ تھا اور اسلامی احکام کی پابندی کی جاتی تھی۔

جن لوگوں نے اس عہد خلافت میں ''احکام شریعت'' کی صریح خلاف ورزی کرنے کا تاثر دیا ہے وہ واقعات کے برخلاف ہے اور بے جا تعصب اور ناانصافی پر مبنی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکابرین امت کی اس کثیر تعداد کا عملی تعاون فرمان خداوندی وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کی عملی تفسیر ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ برحق ہونے کی بین دلیل ہے۔ کیونکہ یہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابر تابعین اللہ تعالیٰ کے واضح فرمان وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (یعنی گناہ اور حق سے تجاوز پر باہم تعاون مت کرو) کی خلاف ورزی پر ہرگز متحد نہیں ہو سکتے تھے۔

مختصر یہ ہے کہ اس عہد کے کثیر صحابہ وتابعین کا تعامل وعملی تعاون اس دور کی صداقت وحقانیت پر واضح ثبوت موجود ہے جس کو کوئی منصف طبع آدمی رد نہیں کر سکتا۔

محاسبہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے اپنے عمال وحکام کا محاسبہ بھی کیا جاتا تھا تاکہ عدل وانصاف اور عمومی احتساب قائم رہ سکے۔

عام دستور ہے کہ بیدار مغز خلفاء اور حکمران اپنے ماتحت عملہ کی جانچ پڑتال کیا کرتے ہیں، حساب کتاب کے معاملات میں گرفت کی جاتی ہے اور دیگر امور مملکت میں پورا پورا احتساب کیا جاتا ہے۔ جس حکومت میں محاسبہ کا خوف وخطر نہیں اس کا طریقہ کار بمشکل ہی صحیح رہ سکتا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت سے عمال اور حکام کے محاسبہ کا عمل جاری تھا۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی یہ نظم جاری رہتا تھا۔ تمثیل کے طور پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت عادلہ کے عہد کا ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

ایک واقعہ

مشہور مورخ ابن عساکر رحمہ اللہ کے حوالہ سے ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کا ایک واقعہ تحریر کیا ہے جس میں عمال اور حکام سے محاسبہ کا ذکر ہے:

((ان معاوية كان يحاسبهم فقدم عليه ابوراشد الازدى من فلسطين فحاسبه بنفسه فبكى ابوراشد فقال له معاوية رضی اللہ عنہ ما يبكيك؟ فقال ما من المحاسبة ابكى وانما ذكرت حساب يوم القيامة فتركه معاوية رضی اللہ عنہ ولم يحاسبه))[1]

"یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے عمال کا محاسبہ کیا کرتے تھے۔ ایک بار فلسطین سے ان کے ایک عامل ابوراشد ازدی رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے بذات خود محاسبہ کرنے لگے۔ اس اثنا میں ابوراشد رضی اللہ عنہ رونے لگے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ ابوراشد نے جواباً ذکر کیا کہ میں اس محاسبہ کی وجہ سے نہیں رو رہا بلکہ مجھے تو قیامت کا حساب و کتاب یاد آ گیا ہے۔ اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انھیں چھوڑ دیا اور محاسبہ نہیں فرمایا۔

④ مراسلات وخطوط و ذرائع خبر رسانی

جس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حکومت کی طرف سے احکامات کی ترسیل کا ایک نظم قائم تھا جس کے ذریعے سے بعید ترین مقامات پر بھی پیغامات اور احکامات بروقت پہنچائے جاتے تھے اور ان علاقہ جات کے ضروری احوال و کوائف کی اطلاع مرکز میں جلد پہنچ جاتی تھی، اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں البرید کے نام سے مراسلات کی ترسیل کا ایک طریقہ جاری تھا جس میں ڈاک کے ارسال کے لیے قریباً ۱۲ میل کی مسافت پر ایک منزل متعین کر کے وہاں تیز رو اور تازہ دم سواریاں رکھی جاتی تھیں۔ جب ایک منزل پر ڈاک پہنچتی تو فوراً تیز گام سواریوں کے ذریعے سے اسے دوسری منزل کی طرف روانہ کر دیا جاتا۔ اس طریقہ سے مرکز کے احکامات ان ممالک میں پہنچتے اور وہاں کے حالات کی خبر رسانی یہاں ہوتی تھی۔

((وبذالك كانت تصل الكتب الى الامراء والعمال فى اسرع وقت يمكن وكان بين كل منزلتين اربعة فراسخ او اثنا عشره ميلا وتسمى هذا المسافة

[1] الاصابہ (ابن حجر عسقلانی) ص۲۰۴ ج۲ تحت نمبر ۵۱۵۹ عبدالرحمن بن عبد
تاریخ دمشق (ابن عساکر) ص۴۳ ج۱۰ تحت عبدالرحمن بن عبید، یا بن عبدص (مخطوطہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بریدا))[1]

اور ساتھ ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مراسلات پر مہر لگانے کا طریقہ بھی جاری کیا گیا تھا جس کا قبل ازیں رواج نہیں تھا۔

((فاحدث معاوية رضي الله عنه عند ذالك ديوان الخاتم وحزم الكتب وكانت قبل لا تحزم))[2]

نیز تاریخ کے علماء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مہر کا نقش لا قوة الا بالله تھا، اور مہر لگانے کے دفتر ''دیوان الخاتم'' پر عبداللہ بن عمرو حمیری متعین تھا۔

((عن محمد بن المبارك قال كان نقش خاتم معاوية رضي الله عنه لا قوة الا بالله))[3]

علمائے تاریخ نقل کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کے منشی (کاتب الرسائل) عبیداللہ بن اوس غسانی تھے اوران کے دیوان پر نگران اعلیٰ سرجون بن منصور رومی تھا۔[4]

تنبیہ

یہاں یہ چیز بھی قابل ذکر ہے کہ سرکاری مراسلات اورشاہی فرامین پر مہر لگانے کی ضرورت اس طرح پیش آئی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بار ایک شخص کے حق میں ایک لاکھ درہم یا دینار دینے کا حکم تحریر کیا۔ اس شخص نے اس تحریر میں تصرف کرکے دو لاکھ سرکاری دفتر سے وصول کیے۔ جب یہ حساب کا مسئلہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا تو آں موصوف نے گرفت کی اور محاسبہ کیا تو معلوم ہوا کہ اصل حکم نامہ میں تصرف کیے جانے سے یہ دو لاکھ ادا ہو گئے۔ اس کے بعد سرکاری تحریر پر مہر لگا کر بند کرنے کا حکم جاری کیا گیا تاکہ اصل حکم میں کوئی تصرف نہ ہو سکے۔

((وسبب اتخاذه له انه امر لرجل بمائة الف ففك الكتاب وجعله مائتى الف فلما رفع الحساب الى معاويه رضي الله عنه انكر ذالك واتخذ ديوان الخاتم من يومئذ))[5]

اور شیعہ مورخین نے بھی لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مختلف شعبوں کے لیے

---

[1] محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ ص ۱۸۴ ج ۲ تحت البیعۃ لیزید لولایۃ العہد

[2] محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ ص ۱۸۵ ج ۲ تحت البیعۃ لیزید لولایۃ العہد

[3] تاریخ ابن عساکر (مخطوطہ) ص ۱۸۷ ج ۱۶ تحت ترجمہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

[4] تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۲۱۸ ج ۱ تحت القضاۃ فی خلافۃ معاویہ رضی اللہ عنہ
البدایہ والنہایہ، ص ۱۴۶ ج ۸ تحت فصل کان علیٰ قضاء معاویہ ابودرداء

[5] تاریخ الخلفاء (سیوطی) ص ۱۴۰ فصل فی نبذ من اخبارہ۔ تاریخ فخری شیعی میں بھی یہ مضمون موجود ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الگ الگ دفاتر قائم تھے اور سرکاری خطوط اور شاہی فرامین کی نقول رکھنے کا بھی معقول نظم قائم تھا۔

چنانچہ تاریخ یعقوبی شیعی میں مذکور ہے کہ

((وکان اول من دون الدواوين وضع النسخ للكتب و افرد كتاب الرسائل من العرب والموالی المتفصحين))[1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مراسلت

محدثین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکتوب ارسال کرتے اور وقتی ضروریات کے تحت ان کی باہم مراسلت ہوتی تھی۔

اس مقام پر چند ایک مکتوب بطور مثال ذکر کیے جاتے ہیں۔ ان کے ذریعے سے اس دور کی مراسلہ نویسی کا طریقہ اور اسلوب تحریر معلوم ہوسکتا ہے اور ان حضرات کا باہمی ربط اور تعاون بھی واضح ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مراسلہ

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک مکتوب جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف انھوں نے لکھا تھا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے تعلقات جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے وہ ایک الگ عنوان کے تحت ذکر ہوں گے وہاں مزید مراسلت بھی بیان کی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔ یہاں صرف ایک مکتوب پیش خدمت ہے:

ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک عرضداشت ارسال کی کہ آں موصوفہ میری طرف ایسا مختصر مکتوب ارسال فرمائیں جو میرے حق میں وصیت کا کام دے۔

پھر راوی کہتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب ایک مراسلہ بالفاظ ذیل ارسال فرمایا:

((سلام عليك اما بعد فانی سمعت رسول الله ﷺ يقول من التمس رضا الله بسخط الناس كفاه الله مونة الناس ومن التمس رضا الناس بسخط الله وكله الله الى الناس والسلام عليك))[2]

---

[1] تاریخ یعقوبی شیعی ص ۲۳۴ ج ۲ تحت احوال زیاد بن ابیہ

[2] ترمذی شریف ص ۳۴۸ تحت ابواب الزہد آخر باب ہذا، طبع ہند

مصابیح السنہ (امام بغوی) ص ۴۰۶-۴۰۷ ج ۳ کتاب الآداب باب العلم

مصنف ابن ابی شیبہ ص ۶۱ ج ۱۴ کتاب الزہد، طبع کراچی

مسند اسحاق بن راہویہ ص ۶۰۰ ج ۲ تحت مسندات عائشہ رضی اللہ عنہا روایت نمبر ۱۲۳۲ طبع مدینہ منورہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یعنی سلام ہو آپ پر، اما بعد! تحقیق میں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آنجناب فرماتے تھے: جس شخص نے لوگوں کی ناراضی کے باوجود اللہ کی رضا کو طلب کیا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے بوجھ سے اس کے حق میں کفایت کرتا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے باوجود لوگوں کی رضا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو لوگوں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اور آپ پر سلام ہو!"

مطلب یہ ہے کہ ہر کار خیر میں مسلمان کا مقصد زندگی اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہونی چاہیے۔ اس معاملہ میں لوگوں کی ناراضی کو خاطر میں نہ لانا چاہیے...... الخ

اس مراسلہ میں کمال نصیحت فرمائی گئی ہے اور راست گوئی کا حق ادا کر دیا گیا ہے۔ اور خط ہذا کا ذکر فصل دہم میں بھی آئے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک مکتوب

نیز اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار کسی ضرورت کے تحت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک خط لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ جب آپ لکھنے لگے تو آپ نے تحریر کرنے والے سے فرمایا کہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے تحریر کی ابتدا کیجیے۔

((عن ابن عون عن نافع قال كانت لابن عمر رضي الله عنه حاجة الى معاوية رضي الله عنه فاراد ان يكتب اليه فقالوا ابدأ به۔ فلم يزالوا به حتى كتب بسم الله الرحمن الرحيم الى معاوية رضي الله عنه))[1]

خارجہ بن زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کا ایک مراسلہ

مشہور صحابی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فرزند خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میرے والد گرامی زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک دفعہ بایں طور مکتوب ارسال کیا۔

((عن خارجة بن زيد عن كبرا آل زيد بن ثابت كتب بهذه الرسالة بسم الله الرحمن الرحيم لعبد الله معاوية امير المؤمنين من زيد بن ثابت: سلام عليك امير المؤمنين ورحمة الله فاني احمد اليك الله الذى لا اله الا هو اما بعد:))[2]

---

۱ الادب المفرد (امام بخاری) ص ۱۶۴ تحت باب بمن یبداء فی الکتاب

۲ الادب المفرد (امام بخاری) ص ۱۶۳ تحت باب صدر الرسائل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، طبع مصر

الادب المفرد (امام بخاری) ص ۱۶۴ تحت باب بمن لبداء فی الکتاب

انساب الاشراف (بلاذری) ص ۱۲۱ ج ۴ قسم اول تحت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام بخاری رحمہ اللہ نے ''ادب المفرد'' میں مذکورہ بالا خط کو بعض مقام پر ذرا تفصیل سے لکھا ہے۔ اس مراسلہ کے الفاظ بعینہٖ ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں تاکہ اس سے متعدد فوائد حاصل کیے جا سکیں:

((اخبرنا ابن ابی الزناد قال حدثنی ابی انه اخذ هذه الرسالة من خارجة بن زيد من كبراء ال زيد بسم الله الرحمن الرحيم لعبد الله معاوية امير المؤمنين من زيد بن ثابت سلام عليك امير المومنين ورحمة الله فانی احمد اليك الله الذی لا اله الا هو اما بعد: فانك تسألنی عن ميراث الجد والاخوة فذكر الرسالة ونسئل الله الهدى والحفظ والتثبت فی امرنا كله ونعوذ بالله ان نضل او نجهل او نكلف ما ليس لنا بعلم والسلام عليك امير المؤمنين و رحمة الله و بركاته ومغفرته وكتب وهيب يوم الخميس لثنتی عشرة بقيت من رمضان سنة اثنين واربعين ۴۲هـ))[1]

''یعنی خارجہ بن زیدؒ ذکر کرتے ہیں کہ ان کے والد گرامی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ عبارت ذیل مراسلہ تحریر کیا: اے امیر المومنین (معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما) آپ پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ میں اللہ وحدہٗ لاشریک کی حمد ذکر کرتا ہوں۔ اما بعد! آپ نے مجھ سے الجد والاخوہ کی میراث کے متعلق مسئلہ دریافت کیا ہے (حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے خط میں مسئلہ کی وضاحت ذکر کی) بعدہ لکھا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور حفظ طلب کرتے ہیں اور اپنے دین کے معاملے میں ثابت قدمی کے خواستگار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں بھٹک جانے، جہالت میں پڑنے یا اس بات کی تکلیف دیے جانے سے جس کا ہمیں علم نہیں ہے۔ اے امیر المومنین! آپ پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، اس کی برکات ہوں اور مغفرت ہو۔ اس خط کو وہیب نے خمیس کے روز جبکہ رمضان شریف میں بارہ دن باقی تھے ۴۲ھ میں تحریر کیا۔''

فوائد

① یہاں سے معلوم ہوا کہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ضرورت کے تحت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مکتوب ارسال کرتے تھے اور ان کی باہم مراسلت جاری رہتی تھی۔

② نیز معلوم ہوا کہ اسلوب تحریر اس مبارک عہد میں اس طرح تھا کہ مکتوب ارسال کرنے والے کا نام پہلے

[1] الادب المفرد (امام بخاری) ص ۱۶۵ تحت باب من کتب آخر الکتاب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وکتب فلاں بن فلاں لعشر بقین من الشہر، طبع مصر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر کیا جاتا تھا اور مکتوب الیہ کا نام متصلاً بعد میں لکھا جاتا تھا۔

③ مکتوب کی ابتدا ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے الفاظ سے کی جاتی تھی اور پھر مکتوب الیہ پر سلام اور اللہ کی رحمت بھیجی جاتی تھی پھر اس کے بعد خط کا اصل مضمون درج کیا جاتا تھا۔

④ نصائح، ہدایات اور دعائیہ کلمات آخر مکتوب میں درج کیے جاتے تھے، مراسلہ کا اختتام ''والسلام'' کے لفظ پر ہوتا تھا۔

⑤ قابل توجہ یہاں یہ چیز بھی ہے کہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے فرمانروا جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطاب کے موقع پر ''امیر المومنین'' کے لقب سے ہی یاد کرتے تھے۔ جیسا کہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کو اس دور کے اہل اسلام ''امیر المومنین'' کے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس تعامل سے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ''امیر المومنین'' کے لقب کے صحیح ہونے کی تائید وتصدیق پائی جاتی ہے۔

⑤ صیغہ فوج ومحکمہ پولیس

فوجی ضرورت کے لیے مراکز

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اسلامی افواج کے لیے مختلف ممالک میں مراکز قائم کیے گئے تھے اور فوج کے لیے قلعے اور چھاؤنیاں قائم کر دی گئی تھیں۔

ساحل شام پر ایک قلعہ ''جبلہ'' تھا۔ یہ قلعہ پہلے افواج روم کا مرکز تھا، بعد میں برباد ہو گیا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب ان مقامات کو فتح کیا تو اس مقام جبلہ پر قلعے کو نئے سرے سے آباد کیا اور اسے فوجی مرکز قرار دیا۔[1]

اسی طرح جب اہل اسلام نے انطرطوس کا مقام فتح کیا (یہ ایک مستقل قلعہ تھا) تو اس کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آباد کیا اور ایک شہر کی شکل میں بسایا۔ اسی کے ساتھ مرقیہ اور بلنیاس کے مقامات کو بھی آباد کیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بعض علاقوں میں فوجی ضروریات کے تحت مستقل شہر بھی آباد کیے اور ان کو چھاؤنی کی حیثیت دی مثلاً مرعش اور قیروان کی آباد کاری اسی مقصد کے تحت کی گئی تھی۔ اور آباد کاری کے تذکرہ میں بھی ان مندرجہ مقامات کو اپنی جگہ ذکر کیا جاتا ہے۔

محکمہ پولیس

حکومت کے انتظامات اور امن عام کے لیے اندرون ملک شرطہ (پولیس) کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس صیغہ کے لیے پورے انتظامات کیے اور اس محکمے کا افسر اعلیٰ آپ کا

---

[1] فتوح البلدان (بلاذری) ص ۱۴۰ تحت امر حمص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلام یزید بن حر تھا۔ پھر اس کی وفات کے بعد قیس بن حمزہ ہمدانی کو متعین کیا گیا۔ پھر کچھ مدت کے بعد اس کو معزول کر کے ذہل بن عمرو عذری کو حاکم مقرر کیا۔

((وعلی شرطه: یزید بن الحرمولاه، فمات یزید فولی قیس بن حمزة الهمدانی، ثم عزله وولی ذهل بن عمرو العذری))[1]

حفاظتی دستہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر رمضان شریف ۴۰ھ میں خوارج کی طرف سے قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔ (اس حملے کا قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے)[2] اس کے بعد آنجناب نے حفاظتی دستے کا انتظام کیا۔ چنانچہ مورخین نے لکھا ہے کہ موالی میں سے ایک شخص کو آنجناب نے حفاظتی دستے کا افسر اعلیٰ مقرر فرمایا۔ اس کا نام مختار اور بقول بعض مالک تھا اور اس کی کنیت ابومخارق تھی۔ یہ شخص حمیر قبیلہ کے غلاموں میں سے تھا۔

((وکان علی حرسه رجل من الموالی یقال له المختار وقیل مالك ویکنی ابا المخارق۔ و مولی الحمیر وکان معاویة رضی اللہ عنہ اول من اتخذ الحرس))[3]

حاجب

نیز مورخین ذکر کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دفتری نظم قائم رکھنے کے لیے حاجب (دربان) کا بھی انتظام کر رکھا تھا اور حاجب کے عہدے پر اپنے ایک غلام ابوایوب کو متعین فرمایا تھا۔ بعض کے نزدیک اس حاجب کا نام سعد تھا۔

((وحاجبه ابوایوب مولاه))[4]

((وعلی حجابته سعد مولاه))[5]

⑥ امیران حج

گزشتہ صفحات میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے والی، قاضی، فقہاء اور دیگر عہدہ داروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اب اس دور کے امیران حج کا بھی اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے۔

---

[1] تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۲۱۸ ج ا تحت القضاۃ فی خلافۃ معاویہ رضی اللہ عنہ سنہ ۵۹ھ
البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۱۴۵ ج ۸ تحت فصل کان علیٰ قضاء معاویہ ابودرداء......الخ

[2] یعنی دور سوم تحت عنوان اجتماعی قتل کا اہم منصوبہ......الخ

[3] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۱۴۵ ج ۸ تحت فصل کان علیٰ قضاء معاویہ ابودرداء......الخ

[4] تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۲۱۸ ج ا تحت من کان علی الرسال والدیوان

[5] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۱۴۵ ج ۸ تحت فصل کان علیٰ قضاء معاویہ......الخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدیم مورخین نے ذکر کیا ہے کہ ۴۱ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کے بھائی عتبہ بن ابی سفیان امیر حج تھے اسی طرح ۴۲ھ، ۴۶ھ، ۴۷ھ میں بھی یہی امیر حج متعین کیے گئے اور انھوں نے مکہ شریف میں حج کے جملہ انتظامات کیے۔[1]

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۴۴ھ، ۵۰ھ اور ۵۱ھ میں خود امیر حج رہے اور تمام انتظامات آپ نے خود مکہ مکرمہ پہنچ کر سرانجام دیے تھے۔

۴۸ھ، ۴۹ھ، ۵۲ھ، ۵۳ھ میں سعید بن عاص اموی رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے امیر حج مقرر ہوئے اور انھوں نے حج کے متعلقہ انتظامات کی تکمیل کی۔

اسی طرح باقی برسوں میں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حج کے لیے امیر مقرر کیے جاتے تھے۔

---

[1] تاریخ خلیفہ ابن خیاط ج ا تحت سنہ ۴۱، ۴۲، ۴۶، ۴۷ھ
تاریخ یعقوبی شیعی ص ۲۳۹ ج ۲ تحت عنوان وفات حسن بن علی رضی اللہ عنہ (بعد تذکرہ وفات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ)

[2] تاریخ خلیفہ ابن خیاط ج ا تحت سنہ ۴۴، ۵۰، ۵۱ھ
تاریخ یعقوبی شیعی ص ۲۳۹ ج ۲
تاریخ ابن عساکر ص ۲۴۷ ج ۱۶ ذکر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم

رفاہی امور

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اپنے عہد خلافت میں رفاہی امور پر خاص توجہ تھی چنانچہ آپ کے عہد میں مفاد عامہ کے لیے بے شمار رفاہی کام سرانجام دیے گئے۔ اس سلسلے میں اس عہد کے کارنامے لاتعداد ہیں جن کی تفصیلات کو احاطہ ضبط میں لانا ایک مشکل امر ہے تاہم چند ایک رفاہی امور اور مفاد عامہ کی چیزیں بطور نمونہ ذکر کی جاتی ہیں جن سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ملّی خدمات کی بہترین تصویر سامنے آتی ہے۔

آبادکاری

آں موصوف کے عہد خلافت میں شہروں کی آبادکاری کا ایک مستقل انتظام تھا اور اس سلسلے میں متعدد علاقوں میں جدید آبادکاری کی گئی اور شہر آباد کیے گئے اور پھر ساتھ ہی بہت سے مواضعات میں صنعت کار بسائے گئے اور صنعت کاری کو ترقی دی گئی چنانچہ بلاذری نے فتوح البلدان میں ذکر کیا ہے کہ:

① پہلے جہاز سازی کا صرف ایک کارخانہ مصر میں تھا پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سواحل روم میں کارخانے قائم کرنے کا حکم دیا اور صنعت کاروں اور کاریگروں کو جمع کیا اور انھوں نے اردن میں ساحلی علاقے عکا کے مقام پر جہاز سازی کا ایک کارخانہ قائم کیا۔

((وکانت الصناعة بمصر فقط فامر معاوية بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بجمع الصناع والنجارین فجمعوا و رتبهم فی السواحل وکانت الصناعة فی الاردن بعکا))[1]

② اہل تاریخ نے ذکر کیا ہے کہ شام اور بلاد روم کے مابین مرعش ایک پرانا مشہور سرحدی شہر تھا یہ اس دور میں غیر آباد ہو گیا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو پھر سے آباد کیا اور اسلامی افواج کا مستقر بنایا اور وہاں فوجی چھاؤنی قائم کر دی۔

((وکان معاوية رضی اللہ عنہ بنی مدینة مرعش و اسکنها جندا))[2]

---

[1] فتوح البلدان (بلاذری) ص ۱۴۴ تحت امر اردن

[2] فتوح البلدان (بلاذری) ص ۱۹۶ تحت ملطیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے جب مقام انطرطوس فتح کیا تو وہاں اہل روم کا ایک قلعہ تھا وہ لوگ قلعہ کو چھوڑ کر چلے گئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انطرطوس کے مقام کو پھر سے بسایا اور اس کی آبادکاری کے لیے جاگیریں مقرر فرمائیں نیز مرقیہ اور بلنیاس کے مقامات کی آبادکاری کے لیے بھی اس نوع کے انتظامات کیے۔

((قالوا فتح عبادة (بن الصامت رضي الله عنه) والمسلمون معه انطرطوس وكان حصنا ثم جلاعنه اهله فبنى معاوية رضي الله عنه انطرطوس ومصرها واقطع بها القطائع وكذالك فعل بمرقية وبلنياس))[1]

④ اسلامی افواج نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زیر کمان بلاد روم کے مختلف علاقے الاذقیہ، جبلہ اور انطرطوس وغیرہ فتح کیے۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سواحل کو مضبوط کرنے کا کام مکمل کیا (تاکہ اہل اسلام دشمن کے حملوں سے محفوظ رہ سکیں) تو مذکورہ مقامات کو بھی محفوظ اور مضبوط کرنے کا انتظام فرمایا۔

((قالوا افتتح ابوعبيدة رضي الله عنه الاذقيه وجبلة و انطرطوس على يدى عبادة بن الصامت رضي الله عنه وكان يوكل بها حفظه الى انغلاق البحر فلما كانت شحنه معاوية رضي الله عنه السواحل وتحصينه اياها شحنها وحصنها وامضى امرها عليه امر السواحل))[2]

⑤ آبادکاری کے سلسلے میں جہاں دیگر مقامات کا ذکر کیا گیا ہے وہاں شیعہ مورخین کے بیان کے مطابق یہ چیز بھی قابل ذکر ہے کہ طرابلس کا شہر اور اس کے ساکنین فارس کے تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو یہاں منتقل کر کے آباد کیا تھا۔ یہاں ایک نہایت عمدہ بندرگاہ تھی جہاں ایک ہزار کشتیاں ہروقت موجود رہتی تھیں۔ جبل، صیدا اور بیروت اس علاقے کے وہ مشہور مقامات ہیں جن میں ایسی اقوام کو سکونت دی گئی تھی جو اہل فارس سے تھیں اور ان کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہاں منتقل کر کے آباد کیا تھا۔

چنانچہ یعقوبی شیعی نے لکھا ہے

((ومدينة طرابلس و اهلها قوم من الفرس كان معاوية بن ابى سفيان نقلهم اليها ولهم ميناء عجيب يحتمل الف مركب۔ وجبيل وصيداء و بيروت و

---

[1] فتوح البلدان (بلاذری) ص ۱۴۰ تحت امر حمص

معجم البلدان (یاقوت حموی) ص ۲۷۰ ج ۳ تحت انطرطوس۔

[2] کتاب فتوح البلدان (بلاذری) ص ۱۴۰ تحت امر حمص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اھل ھذہ الکود کلھا قوم من الفرس نقلھم الیھا معاویۃ بن ابی سفیان))[۱]

⑥ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں افریقہ کے مشہور شہر قیروان کی آبادکاری کی گئی پھر وہاں عقبہ بن نافع فہری رحمہ اللہ کے ذریعے سے عظیم مسجد تعمیر کرائی گئی۔ اس چیز کا قبل ازیں بلادِ افریقہ کی فتوحات میں ذکر آ چکا ہے۔

⑦ اور اس طرح جو ممالک فتح ہوتے تھے ان میں مساجد تعمیر کرانا اور ان کو آباد رکھنا اس عہد کا ایک مستقل پروگرام تھا جس کے تحت مفتوحہ ممالک میں مساجد آباد کی جاتیں پھر ان میں اقامت صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا نظم بھی قائم کیا جاتا تھا۔

مقصد یہ ہے کہ آبادکاری کے عنوان کے ضمن میں بہت سے شعبہ جات ہیں جن کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بڑے سلیقہ اور نظم سے قائم کیا گیا اور چلایا گیا۔

عنوان ہذا کے تحت ہم نے چند ایک چیزیں مختصراً درج کر دی ہیں۔ تمام واقعات کا استقصاء کر لینا پیش نظر نہیں۔ یہاں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا رفاہی امور اور مفاد عامہ کے کارناموں کی طرف خصوصی توجہ رکھنے کا اندازہ ہوتا ہے۔

نہروں اور چشموں کا اجرا اور پانی کے تالاب

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں نہروں کے اجرا پر خاص توجہ دی گئی اور عام پبلک کے افادہ کے لیے آب پاشی کے انتظامات کیے گئے۔

① چنانچہ عراق کے علاقہ میں ایک نہر جاری کروائی گئی جو عوام الناس میں نہر معقل کے نام سے مشہور ہوئی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو نہر کے اجرا کا حکم دیا اور بقول بعض زیاد نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ذریعے سے یہ کام سرانجام دیا۔ جب نہر کی کھدائی کا کام مکمل ہو گیا تو اس میں پانی کے اجرا کے لیے زیاد نے بطور تبرک حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کو طلب کیا تاکہ وہ اس نہر کا افتتاح کریں۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مشہور صحابی ہیں۔ جب اس نہر کا ان کے مبارک ہاتھوں کے افتتاح ہوا تو لوگوں نے اس نہر کو نہر معقل کے نام سے موسوم کر دیا۔

((کلم المنذر ابن الجارود العبدی معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما فی حفر نہر ثار فکتب الی زیاد فحفر نہر معقل فقال قوم جری علی ید معقل بن یسار فنسب الیہ۔ وقال آخرون بل اجراہ زیاد علی ید عبدالرحمن بن ابی بکرۃ او غیرہ فلما فرغ منہ و ارادوا فتحہ بعث زیاد معقل بن یسار رضی اللہ عنہ ففتحہ تبرکا

---

۱ کتاب البلدان (یعقوبی شیعی) ص۸۳ طبع بیروت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ